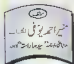
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# چالیسواں کیا ہے؟




ملنے کا پتا

جامع مسجد نگینہ A-977 ٹاؤن شپ III گجر پورہ سکیم لاہور۔ موبائل 0300-4274936

# التماس

کتاب کا مطالعہ کرنے سے پہلے یہ صفحہ اور آخری صفحہ پڑھ لیں

## ضیافتِ چالیسواں

موت میں ضیافت و دعوت ناجائز و ممنوع ہے۔ سوم، دہم و چہلم وغیرہ کا کھانا مساکین کو دیا جائے۔ برادری کو تقسیم یا برادری کو جمع کر کے کھلانا بے معنی ہے۔ اس میں اغنیاء کا کچھ حق نہیں۔ مساکین کو کھانا کھلانا، نیک نیت سے خیرات کرنا جس میں نہ محتاج پر احسان رکھا جائے نہ اُس کو تکلیف دی جائے، پرندوں کے لئے پانی رکھنا، دانہ ڈالنا، حتیٰ کے کتے کو روٹی دینا، مسکین کو کپڑا دینا، میلاد پڑھوانا، یہ سب اجر و ثواب کی باتیں ہیں۔ ان کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور وہ اس سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسے دنیا میں دوستوں کے تحفے ہدیے سے خوش ہوتا ہے۔ ملائکہ ان ثوابوں کو نور کے طبق پر رکھ کر میت کے پاس لے جاتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ شریف جلد ۴ص ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۳)

(چالیسویں کے پروگرام کو) "نبی کریم ﷺ کے میلاد و نیاز یا شہدائے کربلا و شہدائے اسلام کی نیت سے منعقد کرنا چاہئے۔ اس طرح اس موقع پر پکا ہوا کھانا اغنیاء کے لئے بھی جائز ہوگا۔

(فتاویٰ رضویہ شریف جلد ۴ص ۲۱۷)

چھاپ سُنی دارالاشاعت علویہ رضویہ ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد

نام کتاب ''چالیسواں کیا ہے؟''

مؤلف : منیر احمد یوسفی (ایم۔اے)

مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''سیدھا راستہ'' لاہور۔

کمپوزر و ڈیزائنر محمد عثمان علی یوسفی حافظ محمد عظیم احمد یوسفی

کمپوزنگ ابوبکر کمپوزنگ سینٹر. 6846677

پروف ریڈنگ . صاحبزادہ حافظ خلیل احمد یوسفی علامہ محمد مبارک علی یوسفی

رشید احمد جنجوعہ یوسفی (ایم۔اے، ایل ایل بی)

سن اشاعت فروری ۲۰۰۷ء بمطابق محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

پہلا مرتبہ : ۳۰۰۰

ہدیہ : ۴۰ روپے

ناشرین . صاحبزادہ بشیر احمد یوسفی

صاحبزادہ حافظ خلیل احمد یوسفی

صاحبزادہ محمد ابوبکر صدیق یوسفی رمزی



ویب سائٹ ایڈریس www.seedharastah.com

ای۔میل ایڈریس info@seedharastah.com




## فہرست مضامین

# بہ فیضانِ نظر

قطب جلی، پیر طریقت، رہبر شریعت،

نیر اوج شرافت، مصر محبت، زبدۃ العارفین،

پیکر ایثار و وفا، عاشق رسول، فنافی الرسول،

پروانہ توحید ور سالت، امین علم لدنی،

حضرت قبلہ علامہ مولانا

## حاجی محمد یوسف علی صاحب نگینہ

نقشبندی، مجددی، قادری، چشتی، سہروردی

قدس سرہ العزیز

مرکز انوار و تجلیات

آستانہ عالیہ پیلے گوجراں شریف چک نمبر ۴۷۶ گ۔ ب، تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد

## انتساب

بندہ ناچیز اپنی اس کتاب کو اُن اہل ایمان کے نام منسوب کرتا ہے جو اپنی زندگیاں اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول کریم ﷺ اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے احکامات کے مطابق بسر کرتے ہیں اور دعا و استغفار ایصالِ ثواب اور ختم شریف کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرتے ہیں۔

نیازکیش
منیر احمد یوسفی عفی عنہ



## عرضِ ناشرین

بندۂ ناچیز خلیل احمد یوسفی و برادرِ اکبر صاحبزادہ بشیر احمد یوسفی (ایم سی اے) اور برادرِ اصغر صاحبزادہ محمد ابوبکر صدیق یوسفی زمزمی کے والد محترم پیر طریقت رہبر شریعت حضرت قبلہ علامہ مولانا منیر احمد یوسفی (ایم اے) مدظلہ العالی جنہوں نے اپنی زندگی کو دین اسلام کی خدمت اور انسانوں کو راہِ ہدایت دکھانے کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ آپ لوگوں کے دلوں میں حضور نبی کریم ﷺ کی محبت کی شمع کو روشن کرنے کے لئے جدوجہد کرتے رہتے ہیں۔

آپ نے ہم ایمان والوں کے لئے "چالیسواں کیا ہے؟" کے موضوع پر مدلل اور خوبصورت کتاب لکھی ہے۔ اس پرفتن دور میں آپ کی تقاریر وتصانیف اور تالیفات عقائد کی پختگی اور اعمال کی درستگی کے لئے زبردست انقلاب پیدا کر رہی ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا کروڑ کروڑ شکر ہے کہ اُس نے اپنی رحمت بے کراں اور پیارے حبیب کریم ﷺ کے صدقے اور باباجی سرکار نگینہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ عنایت سے ہمارے والد محترم کو صحت کاملہ عطا فرمائی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے والد گرامی کو عمرِ خضری عطا فرمائے اور ہمیں بھی اُن کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دینِ متین کی خدمت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

**دعاؤں کے طالب**
بشیر احمد یوسفی
خلیل احمد یوسفی
ابوبکر صدیق یوسفی زمزمی

# پیش لفظ

یہ دنیا دار العمل ہے اس میں جو عمل بھی کیا جائے گا روزِ محشر اُس کی جزاء و سزا ملے ہو گی۔ قرآن مجید میں فرمان باری تعالیٰ ہے کہ سب کے سب جو بھی آسمانوں میں ہیں اور جو بھی زمین میں ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ تخلیق کائنات کا مقصد محض اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت ہے۔ غور طلب بات ہے کہ جب زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تبارک وتعالیٰ کی تسبیح اور عبادت کرتی ہے خواہ چرند و پرند ہوں، یا شجر و حجر اور نباتات۔ تو پھر جن و انس کے لئے الگ سے یہ کیوں فرمایا کہ ان کو محض عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے؟ البتہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن و انس ہر دو مخلوق کو یہ شرف حاصل ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے سامنے دو واضح راستے رکھے ہیں ایک خیر کا راستہ اور دوسرا شر کا اور پھر یہ بھی بتا دیا کہ خیر کے راستے پر چلنے سے کیا کیا ثمرات حاصل ہوں گے اور اگر شر کا راستہ اختیار کیا گیا تو اُس کے کیا نتائج بھگتنا ہوں گے۔ پھر اختیار دیا کہ جسے چاہو ان میں سے منتخب کر لو لیکن یاد رہے کہ اس کی جواب طلبی بھی ہو گی۔ اب یہ جنوں اور انسانوں پر ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کریں یا نافرمانی۔ لہٰذا جنوں اور انسانوں کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ اس آزادی اور اختیار کو غلط استعمال نہ کریں۔

فرمانِ رسول کریم ﷺ ہے کہ اس دنیا سے چلے جانے کے بعد انسان کو تین چیزیں نفع دیتی ہیں (۱)۔ عمل صالح اور صدقہ ہائے جاریہ جو انسان نے اپنی زندگی میں کئے ہوتے ہیں (۲)۔ نفع بخش علم جو دوسروں کو اس نیت سے سکھایا گیا ہو کہ اس سے اُن کو دین و دنیا کا فائدہ ہو اور (۳) نیک اور صالح اولاد جو اُس کے مرنے کے بعد نیک اور اچھے کام کرے اُس کے لئے ایصال ثواب اور صدقہ و خیرات وغیرہ کرتی رہے یہی وجہ ہے کہ اہل ایمان اپنے فوت شدگان کے ایصالِ



ثواب کے لئے قرآن خوانی کرتے ہیں۔ قل شریف، دسویں اور چالیسویں کا ختم شریف دلاتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ ان اعمال کا ثواب فوت شدہ ایمان والوں کو پہنچتا ہے اور اگر خدانخواستہ فوت شدہ ایمان والے کسی تکلیف میں ہوں تو اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے نیک اعمال کے صدقے اُن کی تکلیف معاف فرما دیتا ہے۔

لیکن بعض لوگ کہتے ہیں پسماندگان کے کسی بھی نیک عمل کا ثواب فوت شدگان کو نہیں پہنچتا۔ بس جو کچھ اُس نے اپنی زندگی میں کیا ہوتا ہے اُس کی سزا، جزاء اُس کو ملتی ہے۔ ایسے لوگوں کی بات میں بھی صداقت ہے کیونکہ منافقین و کفار اور مشرکین کو واقعی ثواب نہیں پہنچتا خواہ اُن کی اولاد جتنا چاہے صدقہ، خیرات کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے منافقین، مشرکین اور کفار کے لئے دعائے مغفرت کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ اہل ایمان کے لئے تو نیک اولاد کو صدقہ جاریہ اسی لئے قرار دیا گیا ہے کہ اُس کے اعمال صالحہ کا ثواب فوت شدہ والدین کو پہنچتا ہے۔

ایصالِ ثواب کے مخالف لوگ فوت شدگان کے ایصال ثواب کے لئے کیے گئے اعمال اور کاموں پر شرک و بدعت کا فتویٰ لگا دیتے ہیں اور اس بات کا قطعاً خیال نہیں رکھتے کہ حضور ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ نیک اولاد صدقہ جاریہ ہے اُس کے تمام نیک اعمال کا ثواب فوت شدہ والدین کو پہنچتا ہے۔ خدا معلوم ان حضرات کو قل شریف، دسویں اور چالیسویں کے ختم شریف سے کیوں اتنی ضد ہے۔ حالانکہ ان تمام مواقع پر اہل ایمان کوئی کام خلاف اسلام نہیں کرتے بلکہ قرآن پاک کی تلاوت اور صدقہ و خیرات کرتے ہیں۔

اس پس منظر میں پیر طریقت قبلہ محترم حضرت علامہ منیر احمد یوسفی دامت برکاتہم العالیہ نے "چالیسواں کیا ہے؟" کے عنوان سے زیر نظر کتاب تالیف فرمائی ہے۔ اس کتاب کو قرآن مجید و احادیث مبارکہ کے روشن حوالہ جات سے مزین کیا گیا ہے اس کتاب میں نہایت واضح اور آسان انداز میں اس بات کی وضاحت

فرمائی گئی ہے کہ چالیسواں کے لفظ اور عمل سے خواہ مخواہ ضد رکھنے کا کوئی جواز نہیں۔ اس لفظ اور عمل کو انسان کی زندگی میں نہایت اہمیت اور عمل دخل حاصل ہے۔ انسان پیدا ہونے سے قبل ماں کے پیٹ میں جو منازل طے کرتا ہے اُن کا دورانیہ بھی چالیس چالیس دنوں پر محیط ہوتا ہے یعنی پہلے چالیس دن پانی کی بوند، پھر چالیس دن خون کی پھٹک، پھر چالیس دن گوشت کی بوٹی وغیرہ اور پھر حدیث مبارکہ سے یہ بات بھی واضح ہے کہ کسی نیک انسان کے فوت ہونے پر آسمان اور زمین چالیس دن تک روتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت فرمایا۔ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ قرآن پاک کو چالیس دنوں میں مکمل پڑھ لیا کرو۔ تو اس طرح کے بیسیوں واقعات ہیں جن میں چالیس دنوں کا عمل دخل ہے۔ اس لئے چالیسویں کا نام سن کر یا پڑھ کر فتویٰ بازی اور پریشانی مناسب نہیں۔

حضرت قبلہ علامہ صاحب نے اپنی زندگی کو دین اسلام کی تبلیغ و ترویج کے لئے وقف کر رکھا ہے وہ اپنی صحت کا خیال رکھے بغیر شب و روز ایسے مسائل و معاملات پر تحقیق کرتے رہتے ہیں جن سے کلمہ پڑھنے والے اہل ایمان کو رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ آپ کی ہر ممکن کوشش رہتی ہے کہ اہل ایمان صحیح معنوں میں اُسوہ رسول ﷺ کے مطابق زندگی بسر کریں۔

زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ قبلہ محترم کی اس کاوش کو شرف قبولیت بخشے اور یہ کتاب کہ "چالیسواں کیا ہے؟" اہل ایمان کے لیے نافع ثابت ہو۔ آمین! بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

نیاز آگین

رشید احمد جنجوعہ یوسفی ایم اے



# چالیسواں کیا ہے؟

ہمارے مسلمان معاشرہ میں کسی مسلمان مرد یا عورت کے مرنے کے چالیس دن بعد ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی ہوتی ہے۔ بہن بھائی، رشتہ دار اور دوست احباب اکٹھے ہوتے ہیں۔ عورتیں علیحدہ ایک جگہ بیٹھ کر کلمہ طیبہ، درود شریف یا دیگر مقدس کلمات اور تسبیحات پڑھتی ہیں یا تلاوت قرآن مجید کرتی ہیں۔ اسی طرح مرد حضرات مردوں کے اکٹھ میں بھی پڑھتے ہیں۔ آخر میں کوئی نیک آدمی، حافظ صاحب یا عالم دین قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور محفل میں موجود شیخ طریقت، بزرگ یا عالم دین دعا برائے ایصال ثواب اور دعائے بخشش کرتے ہیں۔ چالیس دنوں کے بعد اس اہتمام کا نام چالیسواں رکھا جاتا ہے۔ دن کے تقرر کا مقصد اجتماع اور اجتماع میں اجتماعی دعا ہوتا ہے۔ ویسے تو مسلمان لوگ اپنے فوت شدہ والدین، اسباب اور دیگر ایمان والوں کے لئے روزانہ ہی دعائیں کرتے ہیں مگر اجتماعی طور پر چالیسویں دن مخصوص اہتمام کے ساتھ دعا کی جاتی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے کسی بھی دن، کسی مرنے والے مومن یا مومنہ کے لئے دعا کرنا منع نہیں فرمایا۔ اس موقع پر پھل تقسیم کیے جاتے ہیں۔ غریبوں اور مساکین کو کپڑے دیے جاتے ہیں۔ مدارس کے غریب طلباء و طالبات، دور سے آنے والے رشتہ داروں کے لئے صاحب خانہ کے ہاں حسب استطاعت کھانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جس کی غرض فوت شدہ عزیز، رشتہ دار، بھائی بہن یا ماں باپ کو ثواب پہنچانا ہوتا ہے۔ ویسے بھی تو ایسے موقعوں پر آنے ہوئے عزیزوں، دوستوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے مگر یہاں ایصال ثواب کی غرض سے اہتمام کیا جاتا ہے۔ صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم اپنے مرنے والوں کو ثواب پہنچانے کے لئے عمل تقسیم کرتے تھے اور کنویں کھدواتے تھے۔ جیسا کہ احادیث مبارکہ میں اس کا ثبوت موجود ہے۔

## چالیس دنوں میں قرآن مجید پڑھنا:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اِقْرَأِ الْقُرْآنَ فِیْ اَرْبَعِیْنَ ۱؎ "قرآن مجید چالیس دنوں میں پڑھا کرو"۔

ہر مسلمان کو چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کے حکم کے مطابق چالیس دنوں میں ایک مرتبہ پورا قرآن مجید سورۃ الفاتحہ شریف سے لے کر سورۃ الناس شریف تک پڑھ لیا کرے۔ جن ایمان والوں کا کوئی عزیز فوت ہوتا ہے، وہ لوگ اس کے مرنے کے بعد قرآن مجید پڑھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ چالیس دنوں میں قرآن مجید ختم کر لیتے ہیں اور اس پڑھائی کا ثواب اپنے فوت شدہ ایمان والے عزیز کو چالیسویں کے موقع پر بخش دیتے ہیں اور اس کا ثواب (یعنی معلوم ہوا، چونکہ، چنانچہ، گویا، ورنہ، حروف لگائے بغیر) اس کو پہنچتا ہے۔ لیکن یہ حقیقت واضح ہے کہ یہ ثواب صرف اہل ایمان کے لئے ہے۔ منافقین، مشرکین اور کفار کے لئے نہیں ہے۔

مومن تو اتنا خوش نصیب ہے کہ جس کے فوت ہونے کا تو زمین و آسمان کو بھی دکھ ہوتا ہے اور وہ ایمان والے مرد یا عورت کی محبت میں روتے ہیں بلکہ چالیس دن تک روتے رہتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

## آسمان کے دو دروازے روتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا مَا مِنْ اِنْسَانٍ اِلَّا لَهُ بَابَانِ فِی السَّمَآءِ بَابٌ یُّصْعَدُ عَمَلُهٗ فِیْهِ

۱؎ ترمذی جلد ۲ ص ۱۲۲، کنز العمال حدیث نمبر ۲۷۷۲۔



وَبَابٌ یُّنْزِلُ مِنْهُ رِزْقُهٗ فَاِذَا مَاتَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ بَکَیَا عَلَیْهِ ۲؎

"ہر انسان کے واسطے آسمان کے دو دروازے ہوتے ہیں، ایک دروازے سے اس کے نیک اعمال اوپر جاتے ہیں اور دوسرے دروازے سے اس کی روزی نازل ہوتی ہے پس جب وہ بندۂ مومن مرتا ہے تو یہ دونوں دروازے اس پر روتے ہیں"۔

## سجدے کی جگہ روتی ہے:

حضرت عطا خراسانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے، فرماتے ہیں۔ مَا مِنْ عَبْدٍ یَسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً فِیْ بُقْعَةٍ مِنْ بِقَاعِ الْاَرْضِ اِلَّا شَهِدَتْ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، وَبَکَتْ عَلَیْهِ یَوْمَ یَمُوْتُ ۳؎

"مومن نے زمین کے جس جس حصہ پر سجدہ کیا ہوتا ہے وہ کل قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے گا اور (یہ حصے) اس کے مرنے پر روتے ہیں"۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے، فرماتے ہیں اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا مَاتَ بَکٰی عَلَیْهِ مُصَلَّاهُ مِنَ الْاَرْضِ وَمَصْعَدُ عَمَلِهٖ مِنَ السَّمَآءِ ثُمَّ تَلَا (فَمَا بَکَتْ عَلَیْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ) ۴؎

"بے شک جب ایمان والا (مرد یا عورت) فوت ہوتے ہیں تو زمین پر جہاں وہ نماز پڑھتا تھا، وہ جگہ روتی ہے اور آسمان جس سے اس کے اعمال اوپر جاتے ہیں (وہ بھی روتا ہے)۔ پھر آپ نے یہ کلمات تلاوت کئے "پس ان کے مرنے پر نہ آسمان روئے اور نہ زمین"

## آسمان کے دروازوں اور زمین کا رونا:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں،

۲؎ شرح الصدور ص ۱۰۱ (عربی) ۳؎ شرح الصدور ص ۱۰۲، ۴؎ شرح الصدور ص ۱۰۲۔

کسی نے اُن سے سوال کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ [5] کے کیا معنی ہیں؟ اور پوچھا هَلْ تَبْكِي السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ عَلٰى أَحَدٍ؟ "کیا آسمان اور زمین کسی پر روتے ہیں؟"

فرمایا ہاں إِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْخَلَائِقِ إِلَّا لَهُ بَابٌ فِي السَّمَاءِ يَنْزِلُ رِزْقُهُ مِنْهُ، وَفِيهِ يَصْعَدُ عَمَلُهُ فَإِذَا مَاتَ الْمُؤْمِنُ، فَأُغْلِقَ بَابُهُ مِنَ السَّمَاءِ الَّذِي كَانَ يَصْعَدُ عَمَلُهُ فِيهِ، وَيَنْزِلُ رِزْقُهُ، فَقَدَ بَكَى عَلَيْهِ، وَإِذَا فَقَدَهُ مُصَلَّاهُ مِنَ الْأَرْضِ، الَّذِي كَانَ يُصَلِّي فِيهِ، وَيَذْكُرُ اللّٰهَ فِيهَا بَكَتْ عَلَيْهِ، وَإِنَّ قَوْمَ فِرْعَوْنَ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ آثَارٌ صَالِحَةٌ وَلَمْ يَكُنْ يَصْعَدُ إِلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ خَيْرٌ، فَلَمْ تَبْكِ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ [6]

"جتنی مخلوق ہے سب کے لئے آسمان میں دروازہ ہے جس سے اُس کا رزق اترتا ہے اور اُس کے نیک اعمال آسمان پر چڑھتے ہیں۔ جب بندہ مومن یا مومنہ (عورت) مرتے ہیں، اُس کا وہ دروازہ بند ہو جاتا ہے جس سے اُس کا نیک عمل آسمان کی طرف چڑھتا ہے اور رزق اترتا ہے اور یہ دروازہ اُس پر روتا ہے اور وہ زمین جس پر وہ نماز پڑھا کرتا تھا اور اللہ (تبارک وتعالیٰ) کا ذکر کرتا تھا وہ مومن کے مرنے پر روتی ہے۔ فرعون کی قوم کے زمین پر اعمال اچھے نہیں تھے اور نہ ایسے کہ اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی بارگاہ میں (قبولیت کے لئے) پیش ہوں تو آسمان اور زمین (اور اُن کے دروازے) اُن پر نہیں روئے"۔

## آسمان وزمین کا رونا۔

حضرت محمد بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ بَلَغَنِي أَنَّ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ يَبْكِيَانِ عَلَى الْمُؤْمِنِ تَقُولُ السَّمَاءُ مَا

[5] الدخان ۲۹۔ [6] شرح الصدور، ص ۱۰۲۔



زَالَ يَصْعَدُ إِلَيَّ مِنْهُ خَيْرٌ، وَتَقُولُ الْأَرْضُ مَا زَالَ يَعْمَلُ عَلَيَّ خَيْرًا [7]

"مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جب آسمان اور زمین مومن کے مرنے پر روتے ہیں تو آسمان کہتا ہے کہ اس بندے سے میری طرف ہمیشہ نیک عمل آتا تھا اور زمین کہتی ہے یہ ہمیشہ مجھ پر نیک عمل کرتا تھا"۔

## بندۂ مومن کے مرنے پر زمین کا پکارنا اور رونا:

حضرت ابوعبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں۔

إِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ إِذَا مَاتَ تَنَادَتْ بِقَاعُ الْأَرْضِ، مَاتَ عَبْدُ اللّٰهِ الْمُؤْمِنُ فَتَبْكِي عَلَيْهِ الْأَرْضُ وَالسَّمَاءُ فَيَقُولُ الرَّحْمٰنُ: مَا يُبْكِيكُمَا عَلٰى عَبْدِي؟ فَيَقُولَانِ: رَبَّنَا لَمْ يَمْشِ فِي نَاحِيَةٍ مِنَّا قَطُّ إِلَّا وَهُوَ يَذْكُرُكَ [8]

"جب بندہ مومن فوت ہوتا ہے تو زمین پکار کر کہتی ہے کہ اللہ (تبارک وتعالیٰ) کا فلاں بندہ فوت ہو گیا پھر زمین اور آسمان اُس پر روتے ہیں پھر اللہ (تبارک وتعالیٰ) پوچھتا ہے تم دونوں کس لئے میرے بندے پر روتے ہو؟ تو وہ دونوں (اللہ تبارک وتعالیٰ سے) کہتے ہیں، اے ہمارے رب جس جگہ سے اُس بندے کا گزر ہوتا تھا وہ تجھے یاد کرتا تھا"۔

## زمین چالیس دن روتی ہے:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں۔

إِنَّ الْأَرْضَ لَتَبْكِي عَلَى الْمُؤْمِنِ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا [9]

"بے شک زمین، مومن پر چالیس دن تک روتی ہے"۔

اسی طرح حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، ما

[7] شرح الصدور، ص ۱۰۲۔ [8] شرح الصدور، ص ۱۰۲۔ [9] شرح الصدور، ص ۱۰۲، ابن ... جلد ۱، ص ۲۲۸۔

مِنْ مُؤْمِنٍ يَمُوْتُ اِلَّا تَبْكِيْ عَلَيْهِ الْاَرْضُ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا ۱۰؎

"کوئی مومن نہیں فوت ہوتا ہے مگر اُس کی وفات پر زمین چالیس دن روتی ہے"۔

## آسمان اور زمین چالیس دن روتے ہیں:

امام ابن جریر تفسیر طبری میں لکھتے ہیں

وَقِيْلَ اِنَّمَا قِيْلَ (فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ) لِاَنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا مَاتَ بَكَتْ عَلَيْهِ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا ۱۱؎

"اس آیت کے ذکر میں کہ اُن (فرعونیوں کے ڈوبنے) پر نہ آسمان روئے اور نہ زمین، کہا گیا کہ "جب بندۂ مومن فوت ہو جاتا ہے تو آسمان اور زمین اُس پر چالیس دن روتے ہیں"۔

## راستہ بدل کر گھر آنا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ خَالَفَ الطَّرِيْقَ ۱۲؎

"نبی کریم ﷺ عید کے روز (عید کی نماز کے بعد) راستہ تبدیل فرماتے تھے۔"

مسئلہ جس راستہ سے عیدگاہ جائیں واپسی میں دوسرے راستہ سے آنا مستحب ہے۔ جمہور آئمہ کرام یہی کہتے ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہم نے آئمہ کرام کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایسا کرنا مستحب ہے۔ راستہ تبدیل کرنے کی حکمت یہ ہے دونوں راستے نمازی کے گواہ بن جاتے ہیں

۱۰؎ شرح الصدور ص ۲۰۲، ابن جریر جلد ۱۱ ص ۲۳۸ ـ ۱۱؎ ابن جریر جلد ۱۱ ص ۲۳ ـ ۱۲؎ بخاری جلد ۱ ص ۱۳۴، ابوداؤد جلد ۱ ص ۱۶۴، کنز العمال حدیث نمبر ۱۸۱۰۹، مشکوٰۃ حدیث نمبر ۱۳۴۳، مرقاۃ جلد ۳ ص ۲۸۸، دارمی جلد ۱ ص ۹۰، ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۳۰۱۔



اور دونوں راستوں میں رہنے والے جن اور انسان اُس کے لئے گواہی دیتے ہیں۔

زمین کو ادراک اور علم عطا کرنے والا رب ذوالجلال ہے۔ زمین بندوں کو پہچانتی ہے۔ نیک و بد کے فرق کو سمجھتی ہے۔ قبر کی زمین مومن اور کافر کا فرق اور سلوک میں امتیاز کی سمجھ رکھتی ہے۔

## زمین و آسمان کو اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم:

اللہ تبارک و تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں سے انسانوں اور جنوں میں بعض ایسے ہیں جو رب کائنات کے احکام سے غافل ہیں ورنہ تمام مخلوقات اللہ تبارک و تعالیٰ کی تسبیح پڑھتی ہیں اور اُس کے احکامات کے تابع ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بات سمجھتی اور سنتی ہیں۔

جب حضرت نوح علیہ السلام کے وقت اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم سے آسمان سے چالیس شب و روز مینہ برستا رہا اور زمین سے پانی ابلتا رہا یہاں تک کہ تمام پہاڑ غرق ہو گئے اور طوفان اپنی نہایت کو پہنچ گیا اور کفار غرق ہو گئے۔ سوائے اُن لوگوں کے جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار تھے۔ تو اللہ جل و تعالیٰ نے زمین و آسمان کو حکم فرمایا

وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ ۱۳؎

"اور حکم فرمایا کہ "یا زمین" اپنا پانی نگل لے اور "یا آسمان" "تھم جا" جونہی زمین و آسمان نے اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم سنا تو زمین نے پانی اگلنا بند کر دیا اور آسمان نے پانی برسانا چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام ہوا۔

بات عرض کرنے کا مقصد ہے کہ زمین و آسمان کو ادراک ہے۔ وہ مومن کے مرنے کے بعد اس کی محبت میں چالیس دن تک روتے رہتے ہیں۔ یہ انسانوں میں کچھ ایسے ہیں جو چالیس یا چالیسویں سے پریشان ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک و

۱۳؎ ھود ۴۴۔

تعالی ہدایت عطا فرمائے۔ آمین

لفظ ''چالیس'' کے بارے میں اللہ تبارک وتعالی اور رسول کریم ﷺ کی طرف سے کسی قسم کی نفرت اور ناراضگی کا اظہار نہیں کیا گیا۔

## چالیسواں حصہ:

اسلام میں نماز کے بعد ایک اور بہت بڑی عبادت ہے، جو رب کائنات جل جلالہ نے مال دار ایمان والوں پر فرض کی ہے، جسے زکوٰۃ کہتے ہیں۔ کسی بھی علم والے سے پوچھ کر دیکھ لیں کہ زکوٰۃ کس حساب سے دی جاتی ہے تو ہر علم والا باشعور صاحب ایمان کہے گا، اڑھائی فیصد یعنی سو روپے پر اڑھائی روپے یا سو روپے کا چالیسواں حصہ۔ تو کیا لفظ ''چالیسواں'' کی وجہ سے زکوٰۃ سے بھی نفرت کرنی چاہیے جب کہ یہ حصہ خود خالق کائنات جل سبحانہ اور رسول کریم ﷺ نے مقرر فرمایا ہے۔

## چالیس راتیں

قرآن مجید میں ہے، اللہ تبارک وتعالی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۱۱؎

''اور جب ہم نے وعدہ دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چالیس رات کا''۔

یہ وعدہ اس وقت ہوا جب فرعون کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل بقول بعض مصر میں واپس آ کر رہنے لگے یا بقول بعض کسی اور مقام پر ٹھہر گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قوم بنی اسرائیل نے عرض کیا کہ اب ہم بالکل مطمئن ہو گئے ہیں اگر کوئی شریعت ہمارے لئے مقرر ہو تو اس کو اپنا دستور العمل بنائیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عرض کرنے پر رب ذوالجلال والاکرام نے وعدہ فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام آپ کوہ طور پر آیئے اور ایک ماہ ہماری عبادت میں مصروف

۱۱؎ البقرہ ۵۰۔



رہیے پھر ہم آپ کو ایک کتاب عطا فرمائیں گے۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور رب کائنات نے آپ کو تورات شریف عطا فرمائی مگر دس روز مزید عبادت میں مشغول رہنے کا حکم دیا گیا۔ بعض روایات میں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام تیس روزے رکھ چکے تھے۔ بارگاہ الٰہی میں تورات شریف سننے کے لیے حاضر ہونے لگے تو آپ کو خیال ہوا کہ میں نے بہت روزے رکھے ہیں مسواک نہیں کی تو مسواک کر لی۔ حکم الٰہی آیا کہ آپ نے اپنے منہ سے وہ خوشبو دور کر دی جو ہمیں مشک سے زیادہ پیاری تھی، لہٰذا دس روزے اور رکھیں تاکہ آپ کے منہ میں پھر وہی خوشبو پیدا ہو۔ یہ دونوں مدتیں مل کر چالیس بنیں۔ اللہ تبارک وتعالی کو روزے دار کے منہ کی رائحہ (بو جو بھوک کی وجہ سے معدہ کی تبخیر سے پیدا ہوتی ہے) پسند ہے۔

تفسیر مظہری میں ہے۔ ''مفسرین کہتے ہیں کہ جن چالیس راتوں کا اللہ تبارک وتعالی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ فرمایا اُن میں سے تیس راتیں تو ذیقعدہ کی تھیں اور دس ذی الحجہ کی۔ انہیں چالیس راتوں کو اللہ تبارک وتعالی نے سورۃ الاعراف میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ ۱۵؎ ''اور ہم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) سے تیس رات کا وعدہ فرمایا اور ان میں دس اور بڑھا کر پوری کیں تو اس کے رب کا وعدہ پوری چالیس رات کا ہوا''۔

## چالیس برس:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم اللہ (تبارک وتعالی) کی اُن نعمتوں کو یاد کرو جو اُس نے تم پر کیں اور تم میں سے انبیاء کرام علیہم السلام کیے اور تمہیں بادشاہ کیا اور تمہیں وہ دیا جو سارے جہان میں کسی کو نہ دیا۔ اے میری قوم اس پاک زمین (یعنی ملک شام) میں داخل ہو۔ جو اللہ (تبارک

۱۵؎ سورۃ الاعراف ۱۴۲۔

(تبارک وتعالیٰ) نے تمہارے لیے لکھی ہے اور پیچھے نہ پلٹو کہ نقصان اُٹھاؤ گے۔ تو لوگ کہنے لگے اے موسیٰ علیہ السلام اس میں تو بڑے زبردست لوگ رہتے ہیں اور ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں۔ ہاں اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم وہاں جائیں گے۔ اُن میں دو آدمی اللہ (تبارک وتعالیٰ) سے ڈرنے والوں میں سے تھے۔ انہیں اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے نوازا۔ (یہ حضرت کالب بن یوقنا اور حضرت یوشع بن نون بن افرائیم بن یوسف علیہ السلام تھے) کہنے لگے تم دروازے سے داخل ہو جاؤ۔ اگر تم دروازے میں داخل ہو گئے تو تمہارا ہی غلبہ ہے۔ اللہ (تبارک وتعالیٰ) پر بھروسہ کرو اگر تمہیں ایمان ہے۔ اُن لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پھر کہہ دیا ہم تو اُس وقت تک بستی میں داخل نہ ہوں گے جب تک وہ وہاں ہیں۔ تو آپ جائیں اور آپ کا رب تم دونوں لڑو، ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) نے اللہ (تبارک وتعالیٰ) سے عرض کیا اے میرے رب مجھے اختیار نہیں مگر اپنا اور اپنے بھائی کا تو ہم کو بے حکموں سے جدا رکھ۔ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ [16] "فرمایا تو وہ زمین اُن پر حرام ہے۔ چالیس برس تک زمین میں بھٹکتے پھریں"۔ اس جنگل کا نام "تیہ" ہے۔ اس جنگل میں چھ لاکھ بنی اسرائیل اس طرح قید ہوئے کہ دن بھر چلتے مگر شام کو وہاں ہی ہوتے۔ یہ ایک حیران کن معجزہ تھا۔ یہاں ہی اُن لوگوں پر من وسلویٰ اتارا گیا۔ اسی میدان میں حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوئی پھر حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو تاج نبوت سے نوازا اور چالیس سال لوگوں کی قید کے بعد آپ نے بنی اسرائیل کے ساتھ قوم جبارین پر جہاد کیا اور شام فتح فرمایا۔

## چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت:

رسول کریم ﷺ نے چالیس سال کی عمر مبارک میں اعلان نبوت فرمایا

[16] المائدہ ۲۶۔



یقیناً جب رسول کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو آپ ﷺ عمر مبارک کے چالیسویں سال میں تھے۔ چالیس کے بارے میں اور احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

## چالیس سال کی عمر:

سورۃ الاحقاف میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور ہم نے انسان کو حکم فرمایا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے۔ اُس کی ماں نے اُسے پیٹ میں تکلیف سے رکھا اور تکلیف سے جنا اور اُسے اٹھائے پھرنا اور اُس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے"۔ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ "یہاں تک جب اپنے زور کو پہنچا اور چالیس برس کا ہوا" تو عرض کیا رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلٰى وَالِدَيَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ [17] "اے میرے رب میرے دل میں ڈال کہ میں تیری رحمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی اور میں وہ کام کروں جو تجھے پسند آئے اور میرے لئے میری اولاد میں اصلاح رکھ۔ میں تیری طرف رجوع لایا اور میں مسلمان ہوں"۔

یہ آیت مبارکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ آپ دو برس کچھ ماہ حضور نبی کریم ﷺ سے عمر میں چھوٹے تھے۔ اٹھارہ برس کی عمر میں حضور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تجارت کے لئے شام کی طرف گئے۔ راستے میں ایک منزل پر قیام کیا۔ نبی کریم ﷺ بیری کے درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے۔ وہاں قریب ہی ایک راہب تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اُس کے پاس گئے اُس (راہب) نے پوچھا یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت

[17] الاحقاف ۱۵۔

محمد بن عبداللہ (ﷺ) ہیں۔ راہب بولا یہ سچے نبی (ﷺ) ہیں۔ کیونکہ اس بیری کے سایہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آج تک کوئی نہیں بیٹھا، یہ ہی نبی آخر الزماں ﷺ ہیں۔ راہب کی یہ بات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دل میں اتر گئی اور آپ رضی اللہ عنہ دل سے نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آئے اور سایہ کی طرح نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہے۔ نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عمر کچھ ماہ کم اڑتیس سال تھی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ چالیس سال کو پہنچے تو آپ ﷺ نے وہ دعا کی جس کا محولہ بالا آیت میں ذکر ہے۔
(خزائن العرفان از حضرت مفتی اعظم مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ)

## چالیس سال پہلے کی تحریریں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اِحْتَجَّ آدَمُ و مُوْسٰی عِنْدَ رَبِّهِمَا "حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کے نزدیک مناظرہ کیا" تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ حضرت آدم (علیہ السلام) ہیں جن کو اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے اپنے دست مبارک سے تخلیق فرمایا اور آپ میں اپنی روح پھونکی اور اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کروایا۔ آپ کو جنت میں رکھا۔ آپ ہمارے باپ ہیں۔ پھر آپ نے اپنی لغزش کی وجہ سے لوگوں کو نیچے اتار دیا۔ آپ نے ہم کو محروم کیا اور جنت سے نکلوایا۔ (حضرت) آدم (علیہ السلام) نے فرمایا اے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) آپ وہ ہیں جنہیں اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے رسالت اور ہم کلامی سے برگزیدہ فرمایا اور آپ کو تورات کی تختیاں عطا فرمائیں۔ فَبِكَمْ وَجَدْتَّ اللّٰهَ كَتَبَ التَّوْرَاةَ قَبْلَ اَنْ اُخْلَقَ قَالَ مُوْسٰی بِاَرْبَعِيْنَ عَامًا "آپ نے میری پیدائش سے کتنے سال پہلے پایا کہ رب کائنات نے اس کو لکھ دیا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا چالیس سال پہلے" تو حضرت آدم



علیہ السلام نے فرمایا کیا آپ نے تورات شریف میں یہ بھی لکھا دیکھا کہ (حضرت) آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب کی فرمانبرداری سے لغزش کی تو کامیاب نہ ہوئے، فرمایا ہاں، تو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: اَفَتَلُوْمُنِيْ عَلٰی اَنْ عَمِلْتُ عَمَلًا كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيَّ اَنْ اَعْمَلَهُ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَنِيْ بِاَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَحَجَّ آدَمُ مُوْسٰی ۱۹؎ "کیا آپ اس لغزش پر ملامت فرماتے ہیں کہ جس کو کر لینا میرے مقدر میں میری پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھا جا چکا تھا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب رہے"۔

## چالیس چالیس دن کی منزلیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، ہمیں سچے و مصدوق نبی کریم ﷺ نے خبر دی کہ اِنَّ خَلْقَ اَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نُطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ اِلَيْهِ مَلَكًا بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ فَيَكْتُبُ عَمَلَهٗ وَاَجَلَهٗ وَرِزْقَهٗ وَشَقِيٌّ اَوْ سَعِيْدٌ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ فَوَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ اِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰی مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا وَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰی مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا ۱۹؎

---

۱۸؎ مشکوٰۃ ص ۱۹، بخاری جلد ۱ ص ۴۶۷، مسلم جلد ۲ ص ۳۳۵، ابوداؤد جلد ۲ ص ۲۹۸، مسند احمد جلد ۲ ص ۲۹۸، ۲۶۵، ابن ماجہ ص ۸، شرح السنہ جلد ۱ ص ۱۳۰، مرآۃ جلد ۱ ص ۹۰، در منثور جلد ۱ ص ۱۳۳۔ ۱۹؎ بخاری جلد ۹ ص ۴۵۶، جلد ۲ ص ۱۱۱۰، مسلم جلد ۲ ص ۳۳۲، مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۲۰۰۹۳، ابوداؤد جلد ۲ ص ۳۰۰، مشکوٰۃ ص ۲۰، مرآۃ جلد ۱ ص ۹۳۔

"تم میں سے ہر ایک کا مادۂ پیدائش ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ رہتا ہے، پھر اُسی قدر (یعنی چالیس دن) خون کی پھٹک، پھر اُسی قدر (یعنی چالیس دن) لوتھڑا، پھر اللہ (تبارک وتعالیٰ) ایک فرشتہ کو چار باتیں بتا کر بھیجتا ہے تو فرشتہ اُس کے کام، اس کی موت، اُس کا رزق اور بدبخت یا نیک بخت ہے سب کچھ لکھ دیتا ہے۔ پھر اُس میں روح پھونکی جاتی ہے تو اُس کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم میں بعض جنتیوں کے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اُس میں اور جنت میں صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اچانک نوشتۂ تقدیر اُس کے سامنے آتا ہے اور دوزخیوں کے سے کام کر لیتا ہے پھر وہاں ہی پہنچتا ہے اور تم میں بعض دوزخیوں کے سے کام کرتے ہیں یہاں تک کہ اُس میں اور دوزخ میں صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اُس کا نوشتہ سامنے آتا ہے اور جنتیوں کے سے کام کرتا ہے پھر اُس میں داخل ہو جاتا ہے"۔

## چالیس برس کا فرق:

حضرت ابراہیم بن یزید تیمی سے روایت ہے فرماتے ہیں، میں سدہ میں اپنے والد گرامی کو قرآن مجید سنایا کرتا۔ جب میں سجدہ کی آیت پڑھتا تو وہ سجدہ کرتے۔ میں نے اُن سے عرض کیا اے میرے والد محترم آپ راستے میں سجدہ کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا۔ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرماتے تھے۔ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِی الْاَرْضِ اَوَّلُ؟ قَالَ اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ ثُمَّ الْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی قُلْتُ کَمْ بَیْنَهُمَا عَامًا "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) زمین میں سب سے پہلے کون سی مسجد بنی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد حرام۔ میں نے عرض کیا پھر کون سی مسجد بنی؟ فرمایا: مسجد اقصیٰ۔ میں نے پوچھا ان دونوں میں کتنے برس کا فرق ہے، فرمایا: اَرْبَعُوْنَ عَامًا "چالیس سال"۔ ثُمَّ



الْاَرْضُ لَکَ مَسْجِدٌ فَحَیْثُ مَا اَدْرَکَتْکَ الصَّلٰوۃُ فَصَلِّ [۲۰]

"پھر ساری زمین تیرے لئے مسجد ہے۔ جہاں نماز کا وقت آئے نماز پڑھ لے"۔ (جب نماز درست ہے تو سجدہ بھی درست ہے)۔

## چالیس احادیث مبارکہ حفظ کرنا

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ سے سوال کیا گیا، اُس علم کی حد کیا ہے، جہاں انسان پہنچے تو فقیہ بن جاتا ہے؟ تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا مَنْ حَفِظَ عَلٰی اُمَّتِیْ اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا فِیْ اَمْرِ دِیْنِهَا بَعَثَهُ اللّٰهُ فَقِیْهًا وَکُنْتُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ شَافِعًا وَّشَهِیْدًا [۲۱]

"میری اُمت پر احکام دین کی چالیس احادیث مبارکہ جو حفظ کرے اللہ (تبارک وتعالیٰ) اُسے قیامت کے دن فقیہ اٹھائے گا اور قیامت کے دن میں اُس کا شفیع اور گواہ ہوں گا"۔ البدایۃ والنہایۃ میں ہے۔ "وہ قیامت کے دن عالموں میں اُٹھایا جائے گا"۔

محدثین کرام نے چالیس احادیث کو جمع کیا ہے

جَمْعُ الْاَحَادِیْثِ الْاَرْبَعِیْنَ فِیْ اَبْوَابِ عُلُوْمِ الدِّیْنِ

تَرْجَمَةُ الْاَحَادِیْثِ الْاَرْبَعِیْنَ فِیْ نَصِیْحَةِ الْمُلُوْکِ وَالسَّلَاطِیْنِ

"علوم الدین میں چالیس احادیث جمع کی گئی ہیں جن میں رسول کریم ﷺ نے بادشاہوں کو ہدایات کی ہیں اور ترجمۃ الاحادیث الاربعین میں ان احادیث کا فارسی ترجمہ شاہان جہاں کے لئے کیا گیا ہے"۔

## کتب اربعین:

چنانچہ سید الانبیاء ﷺ کے اس ارشاد گرامی پر عمل کرتے ہوئے

[۲۰] مشکوٰۃ ص ۶۹، ۳۰ تلخیص الحبیر جلد ۳ ص ۹۳ کنز العمال حدیث نمبر ۲۹۱۹۲، ۲۸۹۹۸، [۲۱] مشکوٰۃ حدیث نمبر ۲۵۸ ، مرقاۃ جلد ۱ ص ۳۰۷، البیہقی فی شعب الایمان جلد ۲ ص ۲۷۰، مرآۃ جلد ۱ ص ۲۲۶۔

متقدمین و متاخرین علماء نے چالیس چالیس احادیث مبارکہ کو جمع کیا اور یوں اربعین کے کئی مجموعے تیار ہو گئے۔

اربعین کے چند معروف مصنفین کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک، محمد بن اسلم طوسی، حسن بن سفیان نسائی، ابوبکر آجری، یحییٰ بن شرف نووی، ابوبکر محمد بن ابراہیم اصفہانی، علی بن عمر دارقطنی، ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری، ابونعیم احمد بن عبداللہ، ابوعبدالرحمٰن محمد بن حسین سلمی، ابوسعید احمد بن محمد مالینی، ابوعثمان اسماعیل بن عبدالرحمٰن صابونی نیشاپوری، عبداللہ بن محمد انصاری، ابوبکر بیہقی، ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ تعالیٰ (تفصیل کے لیے دیکھئے کشف الظنون جلد اول ص ۵۲ تا ۶۱)۔

## اربعین نبویہ:

شیخ الحدیث والفقہ حضرت علامہ محمد شریف صاحب کوٹلی شریف رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ کتاب اُن چالیس احادیث مبارکہ پر مشتمل ہے جن میں نبی کریم ﷺ کے فضائل و مناقب بیان کئے گئے ہیں۔

## اربعین نووی:

یہ امام محی الدین ابوزکریا نووی علیہ الرحمہ کی کتاب کا نام ہے۔ اس میں انہوں نے چالیس احادیث مبارکہ جمع کی ہیں۔ مذکورہ بالا تمام مصنفین نے اپنی کتب میں بعض نے اصولِ دین سے متعلق چالیس احادیث مبارکہ جمع کی ہیں، کسی نے فروع کے بارے میں، کسی نے جہاد سے متعلق، کسی نے زہد کے موضوع پر، بعض نے آداب اور کچھ نے خطبات کے بارے میں احادیث مبارکہ اکٹھی کی ہیں۔ ان تمام کا مقصد اچھا تھا لیکن علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایسا مجموعہ مرتب کیا جو ان تمام امور پر مشتمل ہے اور ان میں سے ہر حدیث دین اسلام کی عظیم بنیاد ہو۔



ان احادیث مبارکہ کو کچھ علماء نے اسلام کی بنیاد قرار دیا۔ کسی نے نصف دین اور کسی نے دین کا تہائی قرار دیا ہے۔ پھر علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی التزام کیا کہ اس مجموعہ میں صحیح احادیث مبارکہ بالخصوص صحیح بخاری، مسلم کی روایات جمع کی ہیں۔"

## سلطنت مصطفیٰ ﷺ:

سلطنت مصطفیٰ ﷺ میں حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب علیہ الرحمہ نے چالیس احادیث مبارکہ جمع کی ہیں۔

## اربعین حنفیہ:

اس کتاب میں فقیہ اعظم علامہ ابو یوسف محمد شریف نقشبندی کوٹلوی علیہ الرحمہ نے نماز کے بارے میں چالیس احادیث باحوالہ لکھی ہیں اور نماز کے متعلق اختلافی مسائل میں نہایت مبسوط بحث کی گئی ہے۔ ہر کلمہ گو کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

چالیسویں سے پریشان ہونا اور لفظ چالیسویں یا چالیس یا چالیسواں سے نفرت کرنا درست نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فہم و شعور نصیب فرمائے اور ہر ایمان والے کو اپنے فوت شدہ اعزہ و اقرباء کے لئے پہلے، دوسرے، تیسرے، دسویں، پندرھویں، تیسویں، چالیسویں دن، سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ ایصال ثواب اور دعائیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

# صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اعمال

## فوت ہونے کے بعد صدقہ:

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: اِنَّ اَبِیْ مَاتَ وَتَرَکَ مَالاً وَّلَمْ یُوْصِ

فَهَلْ يَحْفِرُ عَنْهُ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ ۲۲

"یہ کہ میرے والد (صاحب) فوت ہو گئے ہیں اور انہوں نے مال چھوڑا ہے اور وصیت نہیں کی تو اگر میں اُن کی طرف سے صدقہ (خیرات) کروں تو کیا انہیں ثواب پہنچے گا؟ (حضور ﷺ نے) فرمایا ہاں!"

(۲) ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ اِنَّ اُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَلَمْ تُوْصِ وَاَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَلَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا وَلِيَ اَجْرٌ قَالَ نَعَمْ ۲۳

"ایک شخص نبی ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا میری والدہ (ماجدہ صاحبہ) کا اچانک دم نکل گیا اور انہوں نے وصیت نہ کی اور میں سمجھتا ہوں اگر وہ بات کر سکتیں تو صدقہ کرتیں۔ اب اگر اُن کی طرف سے میں کوئی صدقہ (خیرات) کرتا ہوں تو کیا انہیں اس کا اجر ملے گا اور مجھے بھی ثواب ہوگا یا نہیں؟ فرمایا ہاں!" یعنی دونوں کو ثواب ہوگا۔ وحید الزماں صاحب غیر مقلد اس حدیث شریف کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ "اس حدیث سے یہ نتیجہ نکلا کہ میت کو صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے اہلسنت نے اس پر اتفاق کیا"۔

(۳) ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے فرماتی ہیں: اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ اِنَّ اُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَاَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ ۲۴

"ایک شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا میری

۲۲۔ ابن ماجہ ص ۱۹۹، مسلم جلد ۲ ص ۴۱، نسائی جلد ۲ ص ۱۳۲۔ ۲۳۔ ابن ماجہ ص ۱۹۹، مسلم جلد ۲ ص ۴۱۔ ۲۴۔ بخاری جلد ۱ ص ۱۹۰، مسلم جلد ۲ ص ۴۱، مشکوٰۃ ص ۱۷۰، نسائی جلد ۲ ص ۱۳۲، مرآۃ جلد ۳ ص ۱۲۹۔



والدہ (صاحبہ) اچانک فوت ہو گئیں اور میں سمجھتا ہوں اگر وہ بات کر پاتیں تو کچھ خیرات کرتیں۔ اب اگر اس کی طرف سے میں خیرات کروں تو کیا اس کو اجر و ثواب سے نوازا جائے گا؟ فرمایا ہاں!"

آج کل کے متشدد متعصب فرقہ پرست لوگ معتزلہ فرقہ کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اور قرآن مجید و حدیث مبارکہ کی مخالفت کر رہے ہیں اور مرنے کے بعد دعا و استغفار اور ایصال ثواب کا انکار کرتے ہیں۔

(۴) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَيُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ فَحَفَرَ بِئْرًا قَالَ هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ ۲۵

"یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) سعد (رضی اللہ عنہ) کی والدہ وصال کر گئی ہیں۔ اُن کے لیے کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا پانی۔ (حضرت) سعد (رضی اللہ عنہ) نے کنواں کھودا اور کہا یہ سعد کی والدہ کے لیے ہے؟"

اس حدیث پاک کی بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ اس کے راوی حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سناتے وقت اپنے شاگردوں سے فرمایا تھا۔ "فَتِلْكَ سِقَايَةُ اٰلِ سَعْدٍ بِالْمَدِيْنَةِ" (مدینہ شریف میں "سقایہ آل سعد" کے نام سے جو سبیل ہے یہ دراصل وہی ہے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کی طرف سے جو کنواں وقف کیا تھا وہی "سقایہ آل سعد" کے نام سے بھی مشہور تھا۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی اس شہادت کے بعد ظاہر ہے کہ اس حدیث پاک کا استنادی درجہ کچھ اور بڑھ جاتا ہے۔" (من و عن از تحقیق مسئلہ ایصال ثواب ص ۱۸ مولانا منظور احمد نعمانی دیو بندی، شائع کردہ مکتبہ الفرقان)

نسائی شریف جلد ۲ ص ۱۳۳ میں حدیث یوں درج ہے جس میں سرکار

۲۵۔ ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۳۶، نسائی جلد ۲ ص ۱۳۲، مشکوٰۃ ص ۱۶۹، مرآۃ جلد ۳ ص ۱۳۲۔

کا نات ﷺ سے عرض کیا گیا، کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو فرمایا سقی الماء "پانی پلانا" "فتلک سقایۃ سعد بالمدینۃ" "یہ مدینہ شریف میں (حضرت) سعد (رضی اللہ عنہ) ہی کی سبیل ہے"۔

(تیسیر الباری جلد ۴ ص ۲۴ میں وحید الزماں صاحب غیر مقلد نے اسی روایت کا حوالہ دیا ہے)

اب بھی خصوصاً ان گرم خشک علاقوں میں جہاں پانی کم ہوتا ہے بعض لوگ سبیلیں لگاتے ہیں۔ عام مسلمان ختم شریف اور فاتحہ وغیرہ میں دوسری چیزوں کے ساتھ پانی اور دودھ بھی رکھ لیتے ہیں۔

محولہ بالا حدیث شریف سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ پانی کی خیرات بہتر ہے۔ بزرگان دین کے نام اور دیگر وصال شدہ مسلمانوں کے نام کی سبیلیں ایصال ثواب کی نیت سے لگانا ان سب کا ماخذ یہ حدیث مبارکہ ہے۔ ثواب بخشتے وقت ایصال ثواب کے الفاظ زبان سے ادا کرنا سنت ہے کہ خدایا اس کا ثواب فلاں کو پہنچے۔ دوسرے یہ کہ کسی شے پر میت کا نام (یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی بندے کا نام) آ جانے سے وہ شے حرام نہ ہوگی۔ دیکھو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس کنوئیں کو اپنی والدہ محترمہ کے نام سے منسوب کیا"۔ (مرقاۃ جلد ۳ ص ۱۰۵)

نوٹ: مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں یہ نہیں آیا کہ ایصال ثواب حرام ہے۔ ایسا سوچنے والے اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈریں اور اپنی اصلاح کریں۔

## (پھلوں والے) باغ کا صدقہ:

(۵) حضرت حمید بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ عنہ) نبی کریم ﷺ کے ساتھ بعض غزوات میں نکلے اور ان کی والدہ کے وصال کا وقت پہنچ گیا۔ کسی نے کہا وصیت کر جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ کس چیز کی وصیت کر جاؤں؟ سب مال (حضرت) سعد (رضی اللہ عنہ) کا ہے۔ (حضرت) سعد (رضی اللہ عنہ) کی



واپسی سے قبل ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ جب (حضرت) سعد (رضی اللہ عنہ) واپس آئے تو اُن سے اس کا تذکرہ کیا گیا۔ انہوں نے رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا۔

یارسول اللہ هل ینفعها ان اتصدق عنها فقال النبی ﷺ نعم فقال سعد حائط کذا و کذا صدقۃ عنها لحائط سماہ ۲۶

"یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) اگر میں اُن کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا میری والدہ (صاحبہ) کو اس کا نفع پہنچے گا؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں! تو (حضرت) سعد (رضی اللہ عنہ) نے نام لے کر عرض کیا کہ فلاں فلاں باغ اُن کی طرف سے صدقہ ہے"۔

(۶) ایک اور حدیث شریف جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، اُس میں اس طرح ہے کہ۔

ان رجلا قال یارسول اللہ ان امہ توفیت افینفعها ان تصدقت عنها قال نعم، قال فان لی مخرافا فاشهدک انی قد تصدقت به عنها؟ ۲۷

"کسی آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) میری والدہ صاحبہ فوت ہو گئی ہیں اگر اُن کے واسطے کچھ صدقہ کیا جائے تو اُن کو اس خیرات کا فائدہ ہوگا؟ فرمایا: ہاں ہوگا۔ (اُس شخص نے) عرض کیا میرا ایک باغ ہے اور میں آپ ﷺ کو گواہ کرتا ہوں کہ وہ باغ میں اُن کی طرف سے خیرات کرتا ہوں"۔

(۷) بخاری شریف میں اسی طرح کا واقعہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی ہے جو قبیلہ خزرج کی شاخ بنی ساعدہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جس کا بیان اس طرح ہے۔ انہوں نے عرض کیا۔

"ان حائطی المخراف صدقۃ علیها" ۲۸

"کہ میرا باغ مخراف اس کی طرف سے صدقہ ہے"۔

۲۶ نسائی جلد ۲ ص ۱۳۲ - ۲۷ نسائی جلد ۲ ص ۱۳۳، ابوداؤد جلد ۲ ص ۴۲ - ۲۸ بخاری جلد ۱ ص ۳۸۷۔

کیا عظیم لوگ تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو اپنے اعمال پر حضور ﷺ کو گواہ بنا لیتے اور اپنے اعمال پر قبولیت کی مہر لگوا لیتے تھے۔ یہ بات پیش نظر رہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کسی غلط معاملہ میں گواہ نہیں بنتے تھے۔

ایک حدیث پاک میں ذکر ہے جس کے راوی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ہیں کہ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے نعمان کو ایک غلام دیا تو ان کی بیوی حضرت عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضور نبی کریم ﷺ کو اس معاملہ میں گواہ بنا لو۔ چنانچہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں بیٹے کو غلام دینے کے معاملہ میں آپ ﷺ کو گواہ بنانا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا نعمان کے علاوہ تیرا اور بھی کوئی بیٹا ہے؟ عرض کیا جی ہاں! یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم سب لڑکوں کو غلام دے گا؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا میں ایسے عطیہ میں گواہ نہیں بنوں گا"۔ ۲۹

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کتاب الوصایا جلد ا ص ۳۸۶ پر یوں بھی نقل کیا ہے باب اذا قال أرضي اوبستاني صدقةٌ للّٰه عن امّي فهو جائزٌ وانْ لم يبيّن لمن ذالك ۳۰ (باب اگر کوئی یوں کہے میری زمین یا باغ میری ماں کی طرف سے صدقہ ہے تو جائز ہوگا گو یہ بیان نہ کرے کن لوگوں پر صدقہ ہے)۔

حاشیہ تیسیر پر تحریر ہے۔

وفيه ان ثواب الصدقة عن الميّت يصل الى الميّت وينفعهٗ ۳۱ "اس حدیث شریف میں ثبوت ہے کہ صدقہ کا ثواب اور نفع بلاشبہ وصال شدہ لوگوں کو پہنچتا ہے"۔

اسلام میں فوت شدہ ایمان والوں کے لئے دعائیں، استغفار اور ایصال ثواب کے لئے مختلف طریقے اور انداز قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں۔ دعا مرنے کے بعد کی جائے ایک دن بعد کی جائے یا دو دن بعد، دس دن بعد

۲۹ ابو داؤد جلد ۲ ص ۱۴۴ ۔ ۳۰ بخاری جلد ا ص ۳۸۶ ۔ ۳۱ بخاری جلد ا ص ۳۸۶ حاشیہ۔



کی جائے یا چالیس دن بعد۔ اسلام کی کسی کتاب میں منع نہیں ہے۔ ہاں البتہ کافر اور منافق کے لئے دعا اور ایصال ثواب کرنا ناجائز ہے۔

## دنوں کی قید پر فتویٰ نہیں

دوسرے، تیسرے یا چالیسویں دن مرنے والے کے لئے ایصال ثواب اور دعا کا اہتمام قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کے اصول کے عین مطابق ہے۔ ان محافل اور اجتماعات کا مقصد ذکر الٰہی اور میت کو ثواب پہنچانا ہوتا ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ کھانے کا اہتمام کرنا تو یہ اپنی اپنی طاقت اور استطاعت کی بات ہے۔ جو استطاعت رکھتا ہے وہ ثواب پہنچانے کی غرض سے اگر کھانا کھلاتا ہے تو اسلام کی کسی کتاب میں نہیں لکھا ہوا کہ کھانا کھلانے کا ثواب نہیں پہنچتا یا وہ کھانا حرام اور نامنظور ہے۔

اللہ جل وعلا کسی کی نیکی کو ضائع نہیں فرماتا۔ اگر پانی اور نمک کا ثواب صاحب ایمان کو پہنچتا ہے تو کھانے کا ثواب بھی فوت شدہ صاحب ایمان کو پہنچتا ہے لیکن اس میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگر کسی مسلمان کے پاس طاقت نہیں تو اسے کوئی شریعت مجبور نہیں کرتی کہ تم ضرور کھانا پکاؤ اور لوگوں کو کھلاؤ۔ اگر ایسا شخص صرف دعا ہی کر لیتا ہے تو وہ بھی کافی ہے۔

لوگوں کو کھانا کھلانا خواہ وہ مساکین ہوں یا بہن بھائی اس کا اہتمام وہی کر سکتا ہے جو صاحب استطاعت ہے۔ اسلام آسانیاں پیدا کرنے والا دین ہے۔ مشکلیں اور مشکلات پیدا کرنے والا دین نہیں ہے۔ کھانا کون نہیں کھاتا؟ ہر کوئی کھانا کھاتا ہے۔ جس گھر میں کوئی آدمی مرتا ہے اس کے گھر والوں کو کھلا دیا جاتا ہے اور گھر میں موجود تمام احباب جو غم میں شریک ہونے کے لئے آئے ہوتے ہیں وہ بھی کھانا کھاتے ہیں۔ بس ایک حد ہے جو ہمارے معاشرے میں قائم ہو چکی ہے جس کی بنیاد پر بعض لوگ جب چاہیں بدعت و شرک اور حرام قرار دے دیں۔ اگر کھانا کھانا اور دعائیں کرنا حرام، بدعت اور شرک ہے تو کیا عوام کے رہنما اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعائیں نہ کرنا توحید و عبادت ہے؟

## رب العالمین کی رحمت و شان:

کفار عرب نے نبی آخر الزماں ﷺ سے عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (ﷺ) ہمارے آباو اجداد اور ملک والوں کے دین کو قبول فرمائیں اور توحید کا ذکر چھوڑ دیں۔ اس کے جواب میں رب ذوالجلال نے رسول کریم ﷺ سے فرمایا قُلْ اَغَیْرَ اللّٰہِ اَتَّخِذُ وَلِیًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۔ ۳۲

"اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (ﷺ) فرمائیں کیا میں اللہ (تبارک وتعالیٰ) کے مقابلے میں دوست بناؤں؟ وہ اللہ (تبارک وتعالیٰ) جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے اور کھانا کھلاتا ہے وہ کھانا کھانے سے پاک ہے"۔

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے پتا چلتا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ واحد ذات ہے جو کھلاتا ہے کھاتا نہیں۔

کھانا کھلانا رب ذوالجلال کی حقیقی صفت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے خزانوں سے اپنی ساری مخلوقات کو کھلاتا ہے۔ ہواؤں، فضاؤں، زمین، پہاڑوں، سمندروں اور دریاؤں کی ہر قسم کی مخلوقات کو اللہ تبارک وتعالیٰ ہی رزق عطا فرماتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اسراف سے منع فرماتا ہے لیکن کھانے سے منع نہیں فرماتا بلکہ کھانے پینے کے لئے فرماتا ہے اور ساتھ یہ بھی فرماتا ہے کہ حلال اور طیب کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھانا کھلاؤ۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے کئی موقعوں پر دوسروں کو کھانا کھلانے کی ترغیب و تعلیم فرمائی ہے۔ یاد رکھیں نہ تو کھانا برا ہے اور نہ ہی کھلانا برا ہے۔ اپنی استطاعت کے مطابق دوسروں کو کھانا کھلانا رب ذوالجلال کو بہت پسند ہے۔ نہ تو کھانا کھانے پر اعتراض کرنا چاہئے اور نہ کھانا کھلانے پر۔ ہاں البتہ ناجائز، حرام اور غلط کھانا نہیں کھانا چاہئے۔

۳۲۔ الانعام ۱۴۔



اگر کوئی ایسا شخص مرا ہے جس کے بچے نابالغ ہیں وہ باپ کے مرنے کے بعد یتیم ہو گئے تو اس مرنے والے کے مال سے جس کے یتیم وارث ہیں کا مال وغیرہ نہیں کھانا چاہئے۔ اگر فوت شدہ ایمان والا امیر ہے یا اس کے والدین اپنے حصے یا مال سے غرباء و مساکین کو یا افسوس اور دعا کے لئے آنے ہوئے بہن بھائیوں اور دوستوں کو کھانا کھلاتے ہیں تو کوئی حرج نہیں، کھانا کھا سکتے ہیں۔

کھانا کھانے اور کھانا کھلانے پر طعن کرنا اچھے لوگوں کا کام نہیں۔ کوئی شخص ایسا نہیں جو اپنے مرنے والوں کے مرنے کے بعد کھانا نہ کھاتا ہو۔ لہٰذا اگر کوئی شخص بہ نیت ایصال ثواب مدارس کے طلباء اور غریب لوگوں اور افسوس کے لئے آئے ہوئے اعزہ و اقرباء کو کھانا کھلاتا ہے تو اس پر طعن و تشنیع کرنا اور عیب جوئی کرنا دین سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔ بعض لوگ دوسرے یا تیسرے دن ختم کے موقع پر قرآن خوانی اور قل شریف یا چالیسویں کے موقع پر کھانا کھلانے پر صرف اور صرف مخالفت، ضد اور فرقہ وارانہ سوچ کی وجہ سے بے سوچے سمجھے کہہ دیتے ہیں۔ "یہ سب کھانے کے بہانے ہیں" مگر صد افسوس ایسا کہنے والے لوگ بھی کھانے کے لئے بیٹھ بھی جاتے ہیں اور خوب ڈٹ کر کھاتے ہیں۔ یہ بات تو وہ کرے جو خود کھانا نہ کھاتا ہو۔ لیکن رب ذوالجلال جو کھانے پینے سے پاک ہے وہ تو طعنہ نہیں دیتا بلکہ اس نے غرباء و مساکین کے لئے کھانے کے کئی "بہانے" بنا دیئے ہیں۔

### ا۔ قسم توڑنے پر کفارہ:

سورۃ المائدہ میں ہے:

اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں تمہاری غلط فہمی کی قسموں پر نہیں پکڑتا۔

### قسم تین قسم کی ہے۔

۱۔ قسم لغو ۲۔ قسم غموس اور ۳۔ قسم منعقدہ۔

### قسم لغو:

لغو قسم وہ ہوتی ہے جو جھوٹے واقعہ پر غلط فہمی سے سچا سمجھ کر کھالی جائے۔ اس میں نہ کفارہ ہے نہ گناہ۔ کیونکہ اس میں جھوٹ کا ارادہ نہیں ہوتا یعنی نادانستہ جھوٹی قسم پر پکڑ نہیں۔

### قسم غموس:

یہ ہے کہ گذشتہ واقعہ پر دیدہ و دانستہ جھوٹی قسم کھالی جائے اس میں گناہ ہے کفارہ نہیں۔

### قسم منعقدہ:

یہ ہے کہ آئندہ بات یا کام پر کھالی جائے اور پوری نہ کرے تو اس میں کفارہ ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ منعقدہ قسم کا کفارہ یوں فرماتا ہے۔

اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ . . ۳۳

(۱) دس مساکین کو کھانا دینا اپنے گھر والوں کو جو کھانا دیتے ہیں اس کے اوسط میں سے

(۲) یا دس مساکین کو کپڑے دینا

(۳) یا ایک غلام آزاد کرنا اور

(۴) جو ان میں سے کچھ نہ پائے تو تین دن روزے رکھے۔ یہ بدلہ ہے تمہاری قسموں کا جب تم قسم کھا، "۔

۳۳ المائدۃ ۸۹۔



دیکھیں قسم کسی نے کھائی ہے اور رب العالمین نے دس مساکین کے لئے کھانا کھانے کا انتظام فرما دیا ہے (بہانہ بنا دیا ہے)۔

### فدیہ، مسکین کا کھانا

روزوں سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے

"اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر روزے فرض کئے گئے تھے تاکہ (ان روزوں کی برکت سے) تم پرہیزگار بن جاؤ۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ...... ۳۴

"تو تم میں سے جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے (جتنے سفر اور بیماری کی وجہ سے رہ جائیں) اور دنوں میں (پورے کرلے) اور جنہیں (اب بھی اور آئندہ کی بھی) اس کی (یعنی روزہ) رکھنے کی طاقت نہ ہو تو وہ ایک مسکین کا کھانا بدلہ دیں پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ (وہ وقت ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا جائے، فدیہ میں اضافہ کر سکتے ہیں کمی نہیں)

دیکھیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ ذات حقیقی کس طرح مساکین کی محبت سکھاتا ہے کہ جو شخص روزہ رکھنے اور نبھانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ کسی غریب مسکین کو دو وقت کھانا پیش کر دے، غریب مسکین کو کھانا کھلانے کا کیا ہی خوبصورت بہانہ ہے، یہ بہانہ حکم الٰہی ہے اور یہ کھانا کھلانا عبادت ہے اور روزے کا بدلہ ہے۔

### مُحرم چند مساکین کو کھانا کھلائے:

اے ایمان والے جو "احرام" میں ہوں اور شکار کر بیٹھیں، ان کو اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے

۳۴ البقرۃ ۱۸۴۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا ۢ بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ ﴿۳۵﴾

"اے ایمان والو! جب تم احرام میں ہو تو شکار نہ مارو اور اگر تم میں سے جو اُسے عمداً قتل کرے اُس کا بدلہ یہ ہے کہ ویسا ہی جانور مویشیوں سے دے۔ تم میں سے دو ثقہ آدمی اس کا حکم کریں، قربانی ہو کعبہ کو پہنچتی یا چند مسکینوں کو کھانا کفارہ دے یا اس کے برابر روزے رکھے تاکہ اس کام کا وبال چکھے (مزا بھگتے) اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے معاف فرمایا جو ہو گزرا اور جو اب کرے گا اللہ (تبارک وتعالیٰ) اُس سے بدلہ لے گا"۔

## شکار کے کفارے میں تین صورتیں ہیں

(۱) اُس جانور کی قیمت کا جانور حرم شریف میں لے جا کر قربانی کرے (یعنی مکہ مکرمہ میں)۔ (۲) چند مساکین کو کھانا کھلائے یا چند مساکین کو سوا دو سیر کے حساب سے گندم دے۔ یا (۳) ہر سوا دو سیر کے عوض روزے رکھے۔

## ظہار کرنے والے کو حکم:

سورۃ المجادلہ میں ہے جو شخص اپنی بیوی سے ظہار کرے "ظہار" یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی یا اس کے جزو یا عضو کو اپنی نسبی یا رضاعی خاتون کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دے جس کا دیکھنا حرام ہے۔ جیسے کہے تو یا تیری گردن میری ماں کی ران کی طرح ہے یا کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ تم میری ماں کی پشت کی طرح ہو

۳۵ المائدہ ۹۵۔



تو اس طرح ظہار ہو جائے گا۔

ظہار میں تشبیہ شرط ہے۔ اگر بیوی کو محض ماں کہے تو اس سے ظہار نہیں ہوگا۔ ایسا شخص کفارہ دینے سے پہلے اپنی بیوی سے وطی اور وطی کے اسباب یعنی بوس و کنار نہیں کر سکتا وہ یہ سب حرام ہے۔

اب اللہ (تبارک وتعالیٰ) ظہار کرنے والے کو حکم فرماتا ہے کہ۔

"وہ جو اپنی بیویوں کے ساتھ ظہار کریں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو ان پر لازم ہے"

فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ ﴿۳۶﴾

"ایک غلام آزاد کریں قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ یہ نصیحت ہے جو تمہیں کی جاتی ہے اور اللہ (تبارک وتعالیٰ) تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔ پھر جسے غلام نہ ملے دو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے لگاتار دو ماہ کے روزے رکھے پھر جس سے روزے بھی نہ رکھے جا سکیں تو ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر کر کھانا دے"۔

قارئین کرام! آپ نے غور فرمایا! غلطی کرنے والے کو حکم دیا جا رہا ہے کہ ساٹھ مساکین کو پیٹ بھر کھانا دو۔ غرباء و مساکین کے لئے کھانے کے کیسے کیسے اسباب پیدا ہو رہے ہیں۔

## روزہ خور ساٹھ مساکین کو کھانا دے:

روزہ توڑنے والے پر کفارہ واجب ہے اور شریعتِ اسلامیہ میں کفارہ

۳۶ المجادلہ ۴۔

میں تین چیزیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) غلام آزاد کرنا یا (۲) دو ماہ کے لگاتار روزے رکھنا یا (۳) ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم لوگ نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر تھے ایک شخص آیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ہلاک ہو گیا ہوں۔ **قَالَ مَالَكَ؟** "آپ ﷺ نے فرمایا تجھے کیا ہوا ہے؟" عرض کیا میں نے بحالت روزہ اپنی بیوی سے صحبت کر لی ہے تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا "کیا تیرے پاس غلام ہے جسے تو آزاد کر دے؟" اس شخص نے عرض کیا نہیں (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کیا تو مسلسل ساٹھ روزے رکھ سکتا ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ﷺ نے فرمایا **هَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ مِسْكِينًا** "کیا تو ساٹھ مسکینوں کا کھانا رکھتا ہے۔ (یعنی تیرے پاس اتنا کھانا ہے کہ ساٹھ مساکین کو کھلا دے) اس نے عرض کیا نہیں (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تو آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ نبی کریم ﷺ نے کچھ توقف فرمایا۔ ہم اسی حال میں تھے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں کھجوروں کا بڑا ٹوکرا لایا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا سائل کہاں ہے؟ عرض کیا غلام حاضر ہے۔ فرمایا یہ لے لو اور صدقہ کر دو۔ اس شخص نے عرض کیا (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کروں؟ اللہ کی قسم مدینہ منورہ کے دو گوشوں میں یعنی سنگلاخوں کے درمیان میرے گھر والوں سے زیادہ کوئی خاندان محتاج نہیں تو نبی کریم ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے دانت مبارک چمک گئے اور فرمایا **أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ** [۳۷] اسے اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔ سنن دار قطنی میں ہے **فَقَدْ كَفَّرَ اللّٰهُ عَنْكَ** فرمایا "تیرا

[۳۷] بخاری جلد ۱ ص ۲۵۹، جلد ۲ ص ۹۰۸، ۱۰۱۰، مسلم جلد ۱ ص ۳۵۴، ابو داود جلد ۱ ص ۳۳۲، مشکوٰۃ حدیث نمبر ۲۰۰۴، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۴ ص ۲۲۲، مرآۃ جلد ۳ ص ۱۶۱۔



کفارہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ادا فرما دیا ہے"

## کسی ایمان والے کے فوت ہونے کے بعد:

قل شریف، قرآن خوانی یا دوسرے، تیسرے دن یا چالیسویں یا ان دعائیہ پر تقسیم کرنا، غرباء و مساکین اور مسلمان بھائیوں اور عزیز و اقارب کو کھانا کھلانا، پھل کھلانا، پانی پلانا ایک لحاظ سے مستحب اعمال بھی ہیں اور ایک لحاظ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت بھی ہے کہ وہ اپنے وصال شدہ ماں باپ اور عزیزوں کی طرف سے ثواب پہنچانے کی غرض سے پھل تقسیم کرتے تھے اور پانی کے کنویں کھدواتے تھے۔

## مرنے کے بعد برادری کے اکٹھ کی مختلف نوعیتیں:

(۱) ایک وہ اکٹھ برادری ہے جس میں قل شریف، یٰسین شریف، ذکر و درود شریف، نعت اور قرآن خوانی ہوتی ہے، تلاوت کی جاتی ہے، نعت خوانی ہوتی ہے۔ اور نبی آخر الزماں ﷺ کی تعلیمات سے لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے اور آخر میں بخشش کی دعا مانگی جاتی ہے۔

(۲) دوسرا وہ اکٹھ ہے جس میں قل شریف، یٰسین شریف، قرآن شریف، درود شریف و دیگر مقدس کلمات طیبات پڑھنے کی بجائے مختلف اخبارات، رسائل وغیرہ کا مطالعہ ہوتا ہے یا پھر لوگوں کی برائیاں بیان ہوتی ہیں، غیبت کی جاتی ہے، مکانوں دکانوں کی باتیں کی جاتی ہیں۔

(۳) ایک وہ اکٹھ ہے جس میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے قرآن مجید کی زیارت کی جاتی ہے۔

(۴) دوسرا وہ اکٹھ ہے جس میں اخبارات پڑھے جاتے ہیں اور عورتوں کی تصاویر دیکھی جاتی ہیں۔

(۵) ایک وہ اکٹھ جس میں مرنے والے کو ایصال ثواب کے لئے ثواب کی نیت سے کھانا کھلایا اور رکھ دیا جاتا ہے۔

(۶) دوسرا ہوا کھانا ہے جس میں صرف پیٹ بھرنے کے لئے کھانا کھایا جاتا ہے ثواب کی نیت نہیں ہوتی۔

## فوت شدہ کی طرف سے کھانا کھلانا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا

مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَلْيُطْعَمْ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِيْنٌ ۴۸

"جو (مسلمان) مر جائے اور اس پر رمضان (المبارک) کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے ہر دن کی جگہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا جائے"۔

فوت شدہ شخص کی طرف سے ان روزوں کے بدلہ میں جو نہ رکھے جا سکیں اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے تو فوت شدہ مسلمان کے روزوں کا فدیہ ادا ہو جائے گا۔

## قل خوانی اور چالیسواں نفلی عبادات ہیں

فوت شدہ لوگوں کے لئے قل خوانی، قرآن خوانی، تیسرے یا چالیسویں کا ختم نفلی اعمال ہیں۔ یہ نفلی اعمال اور نیکیاں باعث اجر و ثواب ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ایمان والوں کا کوئی عمل ضائع نہیں فرماتا۔ تاوقتیکہ خدانخواستہ نبی کریم ﷺ کی بے ادبی کا مرتکب نہ ہو۔

## نفلی عبادات اور اعمال فرضوں کے نقص کو دور کریں گے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول کریم ﷺ

۴۸ ابن ماجہ ص ۱۲۵، ترمذی جلد ۱ ص ۱۵۲، مشکوٰۃ ص ۱۷۸، شرح السنۃ جلد ۶ ص ۳۲۰، ۳ آ جلد ۳ ص ۷۷۔



نے فرمایا اِنَّ اَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ اَعْمَالِهِمُ الصَّلٰوةُ قَالَ يَقُوْلُ رَبُّنَا عَزَّوَجَلَّ لِمَلٰئِكَتِهِ وَهُوَ اَعْلَمُ اُنْظُرُوْا فِیْ صَلٰوةِ عَبْدِیْ اَتَمَّهَا اَمْ نَقَصَهَا فَاِنْ كَانَتْ تَامَّةً كُتِبَتْ لَهُ تَامَّةً وَاِنِ انْتَقَصَ مِنْهَا شَيْئًا قَالَ اُنْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِیْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَاِنْ كَانَ لَهُ تَطَوُّعٌ قَالَ اَتِمُّوْا لِعَبْدِیْ فَرِيْضَتَهُ مِنْ تَطَوُّعِهِ ثُمَّ تُؤْخَذُ الْاَعْمَالُ عَلٰى ذٰلِكَ ۴۹

"قیامت کے دن سب سے پہلے اعمال میں سے نماز کا سوال ہوگا تو ہمارا رب عزوجل فرشتوں کو فرمائے گا، حالانکہ وہ خوب جانتا ہے دیکھو میرے بندے کی نماز کامل ہے یا ناقص۔ اگر کامل ہوگی تو پورا ثواب لکھا جائے گا اگر ناقص ہوگی تو اللہ تبارک و تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا، دیکھو میرے بندے کے پاس نفل ہیں تو وہ نوافل سے فرضوں کی کمی کو پورے کر دے گا تمام اعمال کا یہی حال ہوگا"۔

مثلاً زکوٰۃ ناقص ہوگی تو نفلی صدقات سے اور اگر روزہ ناقص ہوگا تو نفلی روزوں سے اس کی تکمیل ہوگی۔ اسی طرح فوت شدہ کے ثواب کے لئے نفلی عبادات بھی فائدہ دیں گی۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مرنے والا ایمان دار ہو کیونکہ سارے فوائد ایمان کی بنیاد پر ہیں۔ منافق، کافر اور مشرک کو اس کے فرضوں کا بھی فائدہ نہیں ہوگا یہ چہ جائیکہ نفلی عبادات اس کے لئے باعث ثواب اور باعث نفع ہوں۔

## جواب دیجیے!

ایک شخص لاہور میں مرتا ہے اس کے رشتہ دار گوجرانوالہ، جہلم، ملتان یا کسی دوسرے شہر سے لاہور آتے ہیں تو کیا وہ لوگ ہوٹلوں میں ٹھہرتے ہیں؟ اور جس گھر میں تیسرے دن یا چالیسویں دن، ایصال ثواب کے لئے اکٹھ ہوتا ہے یا مرنے

۴۹ مستدرک حاکم جلد ۱ ص ۳۹۱ حدیث نمبر ۹۶۳، قرطبی جلد ۶ ص ۱۱، ابن ہشام نمبر ۱۲۲ ص ۸۲، منثور جلد ۱ ص ۹۰۷، نسائی جلد ۱ ص ۸۲۔

والے سے پسماندگان سے افسوس کے لئے لوگ جمع ہوتے ہیں تو کیا صاحب خانہ انہیں یہ کہتے ہیں آپ کی مہربانی، آپ افسوس کے لئے تشریف لائے ہیں۔ معاف کرنا کھانا آپ ہوٹل سے کھا لیجئے گا۔ کوئی بھی فرد ایسا نہیں جو اپنے مہمانوں سے کہتا ہو کہ میاں جی ہماری ماں مرگئی ہے آپ ہوٹل میں ٹھہریں ہم آپ کو کھانا نہیں کھلا سکتے۔ بلکہ دیکھنے میں تو یہ آیا ہے جو لوگ میت والے گھر کھانا پہنچا دیتے ہیں وہ خود ڈٹ کر کھانا کھاتے ہیں بلکہ اپنے مرنے والوں کی تعزیت میں آنے والوں کو بہترین بریانی، مرغ کا گوشت اور روغنی نان کھانے کے لئے پیش کرتے ہیں۔

فرق صرف یہ ہے کہ ایسے ڈٹ کر کھانے والے بغیر نیت کے کھاتے ہیں جبکہ ایصال ثواب کی غرض سے کھانا پکانے والے ثواب کی نیت سے کھلاتے ہیں۔

ایسے ہی قل شریف کا انکار کرنے والا قرآن خوانی کرتا ہے لیکن اس کی عقل کام نہیں کرتی کہ قل شریف بھی تو قرآن مجید ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قل شریف یا قرآن شریف پڑھنے یا ایصال ثواب کی ممانعت تو نہیں فرمائی۔

"چالیسویں" میں لوگ اپنے ایمان والے عزیزوں کو ثواب پہنچانے کے لئے قرآن مجید پڑھتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت کے اختتام پر دعا کی جاتی ہے اور پھر دعا سے پہلے اور بعد میں درود شریف پڑھا جاتا ہے اس لئے ایمان والے اپنے مرنے والوں کو ثواب پہنچانے کے لئے اپنے تمام رشتہ داروں اور احباب کو جمع کرتے ہیں۔ جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے استطاعت دی ہے وہ پھل تقسیم کرتے ہیں اور جن کو زیادہ طاقت دی ہے وہ ثواب کی نیت سے کھانا کھلاتے ہیں۔

چالیسویں سے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کو چالیس کا عدد بہت پسند ہے۔ رسول کریم ﷺ نے چالیس کے عدد سے نہ تو نفرت فرمائی ہے اور نہ ہی نفرت سکھائی ہے۔



## زبان سے حکمت کے چشمے پھوٹیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں:

مَنْ أَخْلَصَ لِلّٰهِ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ظَهَرَتْ يَنَابِيْعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰى لِسَانِهٖ ؎۴۰

"جو شخص چالیس دن اخلاص اختیار کرے تو اس کے دل کی طرف سے زبان پر حکمت کے چشمے پھوٹیں گے"۔

## چالیس دن باجماعت نماز:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا

مَنْ صَلّٰى لِلّٰهِ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فِيْ جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيْرَةَ الْأُوْلٰى كُتِبَ لَهٗ بَرَاءَتَانِ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ ؎۴۱

"جو شخص اللہ (تبارک و تعالیٰ) کے لئے چالیس دن تکبیر اولیٰ کے ساتھ باجماعت نماز پڑھے گا اس کے لئے دو پروانے لکھے جائیں گے ایک پروانہ آگ سے آزادی کا دوسرا نفاق سے آزادی کا"۔

## چالیس نمازیں مسجد نبوی شریف میں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا

مَنْ صَلّٰى فِيْ مَسْجِدِيْ أَرْبَعِيْنَ صَلَاةً لَا تَفُوْتُهٗ صَلَاةٌ كُتِبَتْ لَهٗ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ وَنَجَاةٌ مِّنَ الْعَذَابِ وَبَرِئَ مِنَ النِّفَاقِ ؎۴۲

؎۴۰ ترغیب و ترہیب جلد ۱ ص ۶۰، ... جلد ۳ ص ۲۰۱ مرقاۃ جلد ۳ ص ۲۴۲ حاشیہ نمبر ۳، کشف الخفاء جلد ۲ ص ۲۲۲ حدیث نمبر ۲۳۴۱۔ ؎۴۱ مشکوٰۃ حدیث نمبر ۱۱۴۴ ترمذی حدیث نمبر ۲۴۱ مرقاۃ جلد ۳ ص ۲۱۱ مرقاۃ جلد ۳ ص ۲۰۱ کشف الخفاء جلد ۲ ص ۲۰۹۔ ؎۴۲ ترغیب و ترہیب جلد ۲ ص ۲۱۵، مجمع الزوائد جلد ۴ ص ۸، مسند احمد جلد ۳ ص ۱۵۵، کنز العمال حدیث نمبر ۳۴۹۳۹۔

"جس نے میری مسجد میں چالیس نمازیں اس پابندی سے ادا کیں کہ درمیان میں کوئی نماز اُس مسجد میں نہ چھوٹے تو اُس کے لئے دوزخ کی آگ عذاب اور نفاق سے آزادی اور نجات لکھ دی جاتی ہے"۔

## چالیس مومنین کی شفاعت سے بخشش:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام حضرت کریب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں! حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک بیٹا فوت ہو گیا۔ انہوں نے مجھے فرمایا کریب کھڑا ہو اور دیکھ کیا لوگ میرے بیٹے کی نماز جنازہ پڑھنے کیلئے آئے ہیں؟ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا جی ہاں! انہوں نے مجھے فرمایا افسوس ہے، دیکھو تو سہی تو کتنے لوگ سمجھتا ہے۔ کیا یہ چالیس آدمی ہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں چالیس سے زیادہ ہیں۔ انہوں نے فرمایا پھر میرے بیٹے کو لے کر لاؤ (یعنی اُس کی نماز جنازہ پڑھنے کیلئے لے آؤ) کیونکہ میں گواہی دیتا ہوں، میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے، آپ ﷺ فرماتے ہیں۔

مَا مِنْ اَرْبَعِيْنَ مِنْ مُؤْمِنٍ يَشْفَعُوْنَ لِمُؤْمِنٍ اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ ۴۳ "جب چالیس مومن ایمان والے کی شفاعت کریں گے تو اللہ (تبارک و تعالیٰ) اُن کی شفاعت قبول فرمائے گا"۔

انہی سے مروی دوسری روایت میں الفاظ ہیں مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا شُفِّعُوْا فِيْهِ ۴۴

معلوم ہوا کہ چالیس صاحب ایمان کا نماز جنازہ پڑھنا میت کی مغفرت کا

۴۳ ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۴۶۹ المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۱ ص ۲۲۳۔ ۴۴ ابو داؤد حدیث نمبر ۳۱۵۴ مسلم حدیث نمبر ۹۴۸ مسند احمد جلد ۱ ص ۲۷۷ السنن الکبری للبیہقی جلد ۴ ص ۳۰ کنز العمال حدیث نمبر ۴۲۲۶۔



سبب ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تلاش کر کے جنازہ کی نماز کے واسطے چالیس صاحب ایمان جمع کرتے تھے۔

## چالیس دن، ماہ، سال انتظار:

حضرت ابو جہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ اَنْ يَقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَهٗ مِنْ اَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ "اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جان لیتا کہ اس پر کیا گناہ ہے تو اسے چالیس سال تک ٹھہرنا سامنے سے گزرنے سے بہتر ہوتا"۔ ابو النضر فرماتے ہیں لَا اَدْرِيْ قَالَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اَوْ شَهْرًا اَوْ سَنَةً ۴۵ "مجھے خبر نہیں، چالیس دن فرمائے یا چالیس ماہ یا چالیس سال"۔

## چالیس ابدال:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

خِيَارُ اُمَّتِيْ فِيْ كُلِّ قَرْنٍ خَمْسُمِائَةٍ وَالْاَبْدَالُ اَرْبَعُوْنَ فَلَا الْخَمْسُمِائَةِ يَنْقُصُوْنَ وَلَا الْاَرْبَعُوْنَ كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْخَمْسِمِائَةِ مَكَانَهٗ وَاَدْخَلَ مِنَ الْاَرْبَعِيْنَ مَكَانَهُمْ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنَا عَلٰى اَعْمَالِهِمْ قَالَ يَعْفُوْنَ عَمَّنْ ظَلَمَهُمْ وَيُحْسِنُوْنَ اِلٰى مَنْ اَسَاءَ اِلَيْهِمْ وَيَتَوَاسَوْنَ فِيْمَا

۴۵ بخاری جلد ۱ ص ۷۳ مسلم جلد ۱ ص ۱۹۷ ابو داؤد حدیث نمبر ۷۰۱ ترمذی حدیث نمبر ۳۳۶ مشکوۃ حدیث نمبر ۷۷۶ الترغیب والترہیب جلد ۱ ص ۳۷۶ شرح السنۃ جلد ۲ ص ۱۷ مسند احمد جلد ۴ ص ۱۶۹ مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۶۱ السنن الکبری للبیہقی جلد ۲ ص ۲۶۸ مسند ابو عوانۃ جلد ۲ ص ۴۸ ... جلد ۲ ص ۱۴۔

آتَاهُمُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ ۳۶

"ہر زمانے میں میری اُمت میں سے بہترین پانچ سو افراد ہوں گے اور چالیس ابدال۔ پس نہ پانچ سو سے زیادہ اور نہ چالیس سے کم ہوں گے۔ جب بھی کوئی فرد وفات پا جائے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اُس کی جگہ پانچ سو سے مقرر فرمادے گا پھر دوسرے اشخاص سے چالیس کی جگہ مقرر فرمادے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ﷺ اُن اعمال پر ہماری رہنمائی فرمائیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اُس کو معاف کر دیتے ہیں جو ان پر ظلم کرتا ہے اور اچھے طریقے سے پیش آتے ہیں جو اُن سے برے طریقے سے پیش آتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیئے ہوئے سے سخاوت کرتے ہیں"۔

## چالیس خلیل الرحمان:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا لَنْ تَخْلُوَ الْأَرْضُ مِنْ أَرْبَعِيْنَ رَجُلًا مِثْلَ خَلِيْلِ الرَّحْمٰنِ فَبِهِمْ تُسْقَوْنَ وَبِهِمْ تُنْصَرُوْنَ مَا مَاتَ مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلَّا أَبْدَلَ اللهُ مَكَانَهُ آخَرَ ۳۷

"زمین ہرگز خالی نہ ہوگی چالیس افراد سے جو رحمٰن (سبحانہ وتعالیٰ) کے خلیل کی مثل ہوں گے۔ پس اُن کے سبب بارش برسائی جاتی ہے اور اُن کے سبب مدد کی جاتی ہے۔ نہیں مرتا اُن میں سے کوئی ایک مگر اللہ (تبارک وتعالیٰ) اُس کی جگہ دوسرا مقرر کر دیتا ہے"۔

## چالیس افراد کے دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول کریم

۳۶ ۔ کنز العمال ج ۱۲ ص ۱۹۵ حدیث نمبر ۳۴۵۹۱ حلیۃ الاولیاء جلد ۱ ص ۳۵ حدیث نمبر ۱۵۔
۳۷ ۔ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۶۳ درمنثور جلد ۱ ص ۷۶۵ کنز العمال جلد ۱۲ ص ۱۸۸ حدیث نمبر ۳۴۶۰۳۔



ﷺ نے فرمایا

لَا يَزَالُ أَرْبَعُوْنَ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِيْ قُلُوْبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ إِبْرَاهِيْمَ عليه السلام يَدْفَعُ اللهُ بِهِمْ عَنْ أَهْلِ الْأَرْضِ يُقَالُ لَهُمُ الْأَبْدَالُ إِنَّهُمْ لَنْ يُدْرِكُوْهَا بِصَلَاةٍ وَلَا بِصَوْمٍ وَلَا بِصَدَقَةٍ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ فِيْمَ أَدْرَكُوْهَا قَالَ بِالسَّخَاءِ وَالنَّصِيْحَةِ لِلْمُسْلِمِيْنَ ۳۸

"ہمیشہ چالیس افراد میری اُمت سے ایسے ہوں گے کہ اُن کے دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کی طرح ہوں گے۔ اللہ (تبارک وتعالیٰ) اُن کے سبب زمین سے بلیات دور فرمانے گا۔ اُن کو ابدال کہا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگ اُن کو کن کاموں میں پائیں گے تو آپ (ﷺ) نے فرمایا سخاوت اور مسلمانوں کو نصیحت کرنے میں مشغول پاؤ گے"۔

## چالیس افراد کے دل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل کی طرح

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ وَلِلّٰهِ فِي الْخَلْقِ أَرْبَعُوْنَ قُلُوْبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ مُوْسٰى عليه السلام ۳۹ "اللہ (تبارک وتعالیٰ) مخلوق میں چالیس اشخاص ایسے ہوتے ہیں جن کے دل (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے قلب کی طرح ہوتے ہیں"۔

## چالیس ابدال ملک شام میں:

حضرت شریح بن عبید سے روایت ہے فرماتے ہیں اہل شام کا ذکر ہوا اور وہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس تھے اور وہ اُس وقت عراق میں تھے تو ان لوگوں نے کہا اہل شام پر لعنت ہو تو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

۳۸ ۔ درمنثور جلد ۱ ص ۷۶۵ ۔ مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۶۳ المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۰ ص ۱۸۱
۳۹ ۔ کنز العمال جلد ۱۲ ص ۱۹۰ ۔ ۹ درمنثور جلد ۱ ص ۷۶۵ ۔

ایسا کہنے سے منع فرمایا اور فرمایا میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا

اَلْبُدَلَاءُ بِالشَّامِ وَهُمْ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰهُ رَجُلًا مَكَانَهُ يُسْقَى بِهِمُ الْغَيْثُ وَيُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَى الْاَعْدَاءِ وَيُصْرَفُ عَنْ اَهْلِ الشَّامِ بِهِمُ الْعَذَابُ رواه احمد وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيْحِ غَيْرُ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ وَهُوَ ثِقَةٌ ۔ ؎

"ابدال شام میں ہوں گے جو چالیس افراد ہیں جب ایک فوت ہو جاتا ہے تو اس کی جگہ اللہ (تبارک وتعالیٰ) دوسرے کو مقرر فرما دیتا ہے اُن کے سبب لوگوں پر بارش برسائی جاتی ہے اور اُن کے طفیل دشمنوں پر فتح دی جاتی ہے اور ان کے صدقے اہل شام سے عذاب پھیر اجاتا ہے۔"

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث شریف کو روایت کیا ہے اس کے تمام راوی صحیح ہیں سوائے شریح بن عبید کے اور وہ ثقہ ہیں۔

## چالیس مستجاب الدعوات افراد:

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

مَا مِنْ اَرْبَعِيْنَ رَجُلًا يَمُدُّوْنَ اَيْدِيَهُمْ اِلَى اللّٰهِ يَسْأَلُوْنَهُ لَا يَسْأَلُوْنَهُ ظُلْمًا وَلَا قَطِيْعَةَ رَحِمٍ اِلَّا اَعْطَاهُمُ اللّٰهُ مَا سَأَلُوْهُ ؎

"روئے زمین پر چالیس افراد ایسے ہیں کہ وہ کسی چیز کا سوال کرنے کے لئے اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی بارگاہ میں ہاتھ دراز کرتے ہیں۔ وہ ظلم اور قطع رحمی کے سوا جس چیز کا سوال کرتے ہیں اللہ (تبارک وتعالیٰ) اُن کو وہ چیز عطا کر دیتا ہے۔"

ایسے ہی دیگر روایات میں مختلف ارشادات کے حوالے سے "اربعون" چالیس کا ذکر آتا ہے۔

؎ مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۶۲، کنز العمال جلد ۱۲ ص ۱۹۲، ؎ حلیۃ الاولیاء ابو نعیم جلد ۵ ص ۳۱۲۔



# عدت اور سوگ

لغت میں "عدت" عین کے نیچے زیر (کسرہ) سے پڑھیں تو معنی ہوں گے "شمار اور گنتی"۔ اور اگر عدت کی ع پر پیش پڑھیں گے تو معنی ہوں گے "تیاری"۔ شریعت میں اُس انتظار کو "عدت" کہتے ہیں جو نکاح کے زائل ہونے کے بعد کیا جائے۔ اس عدت کے زمانے میں عورت کے لئے دوسرا نکاح ممنوع ہے۔ عدت عورت پر واجب ہے نہ کے مرد پر۔ ہاں مرد کو بھی انتظار کرنا پڑتا ہے۔ جب مطلقہ عورت کی بہن، بھانجی اور خالہ سے نکاح کا ارادہ ہو تو اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتا جب تک مطلقہ عورت عدت میں ہے۔ ؎

## عدت کے متعلق قرآن مجید کے احکامات:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (البقرۃ ۲۲۸)

"اور طلاق والی (عورتیں) اپنی جانوں کو تین حیض تک روکے رکھیں اور ان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اسے چھپائیں جو اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے اُن کے پیٹ میں پیدا کیا ہے اگر وہ اللہ (تبارک وتعالیٰ) اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں"۔

## عدت میں عورت کو گھر سے نہ نکالنے کا حکم:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ (الطلاق ۱) "اے نبی (مکرم

؎ مراۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ ص ۱۴۲۔

اللہ علیہ وسلم) جب آپ ﷺ عورتوں کو طلاق دیں تو اُن کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دیں (یعنی جب حیض سے پاک ہو چکی ہوں) اور عدت کا شمار رکھیں اور اپنے رب (اللہ تبارک وتعالیٰ) سے ڈریں۔ عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالیں اور وہ نہ خود نکلیں مگر یہ کہ کھلی ہوئی بے حیائی کی بات کریں"۔ (اس ارشاد مبارک میں خطاب نبی کریم ﷺ سے کیا گیا ہے لیکن دراصل آپ ﷺ کے ذریعے امت کو تعلیم دی گئی ہے)۔

## جن کے شوہر مر جائیں اُن کی عدت:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (البقرة ۲۳۴)

"اور وہ جو تم میں سے مر جائیں اور بیویاں چھوڑیں (یعنی جو عورتیں شوہر کے مرنے سے بیوہ ہو جائیں) وہ اپنے آپ کو چار مہینے دس دن روکے رکھیں تو جب اُن کی عدت پوری ہو جائے تو اے والیو! تم پر مواخذہ نہیں اُس کام میں جو عورتیں اپنے معاملہ میں شرع کے موافق کریں اور اللہ (تبارک وتعالیٰ) کو تمہارے کاموں کی خبر ہے"۔

## وہ عورتیں جن کو حیض نہ آتا ہو اُن کی عدت:

وَالّٰٓـِٔیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ (الطلاق ۴)

"اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی اُمید نہ رہی اگر تمہیں شک ہو تو اُن کی عدت تین مہینے ہے اور اُن کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں"۔



## کس عورت کی عدت نہیں:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ۝ (الاحزاب ۴۹)

"اے ایمان والو جب مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں بے ہاتھ لگائے چھوڑ دو تو تمہارے لئے اُن پر کچھ عدت نہیں جسے گنو تو انہیں کچھ فائدہ دو اور اچھی طرح سے چھوڑ دو"۔

نوٹ: معلوم ہوا کہ اگر خلوت سے پہلے طلاق دے دی جائے تو عدت نہیں۔ نیز عدت خاوند کے حق کی وجہ سے ہے اگر کوئی عورت کچھ عرصہ شوہر کے ساتھ خلوت گزار چکی ہے بعد ازیں عرصہ سے عورت خاوند کے پاس نہ گئی ہو تب بھی طلاق کے بعد عدت پوری کرنا ہوگی اگرچہ حمل کا احتمال نہ ہو۔

## عورت کی عدت کی قسمیں:

عورت کی عدت کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) حاملہ مطلقہ کے لیے حمل جن دینا۔

(۲) وفات کی عدت چار ماہ دس دن۔

(۳) غیر حاملہ بالغہ کیلئے تین حیض۔

(۴) غیر حاملہ نابالغہ اور بوڑھی عورت کے لئے جس کا حیض بند ہو چکا ہو تین ماہ۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اَیُّمَا امْرَاَةٍ طُلِّقَتْ فَحَاضَتْ حَیْضَةً اَوْ حَیْضَتَیْنِ ثُمَّ رَفَعَتْهَا

حيضتها فانها تنتظر تسعة اشهر فان بان بها حمل فذالك والا اعتدت بعد التسعة ثلاثة اشهر ثم حلت ۲

"جو عورت طلاق دی جائے پھر ایک یا دو حیض آجائیں پھر اس کے بعد حیض بند ہو جائیں تو وہ نو مہینے انتظار کرے پھر اگر اس کو حمل ظاہر ہو جائے تو ٹھیک ورنہ نو مہینے کے بعد تین ماہ عدت گزارے پھر وہ حلال ہو جائے گی"۔

نوٹ: صورت مسئلہ یہ ہوئی کہ طلاق کی عدت تین حیض تھی۔ دو حیض آچکے تھے تیسرا حیض نہیں آیا۔ لہٰذا عدت پوری نہ ہوئی۔ یہ عورت نو ماہ اور انتظار کرے شاید یہ اُس خاوند کا ہی حمل ہو اور دوبارہ استحاضہ کا خون آگیا ہو یا شاید اس نے کسی سے زنا کروایا ہو اور اس کا حمل رہ گیا ہو۔ اگر حمل ظاہر ہو گیا تو مسئلہ ظاہر ہے کہ حمل جننے سے اس کی عدت پوری ہوگی۔

## عدت والی عورت کہاں رہے؟

(حضرت) زینب بنت کعب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ (حضرت) فریعہ بنت مالک بن سنان (رضی اللہ عنہا) جو (حضرت) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں انہوں نے انہیں خبر دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں آپ ﷺ سے اپنے گھر لوٹ جانے کے متعلق پوچھتی تھیں جو بنی خدرہ میں تھا کیونکہ ان کے خاوند اپنے بھاگے ہوئے غلاموں کے پیچھے گئے غلاموں نے انہیں قتل کر دیا۔ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا

ان ارجع الی اهلی فان زوجی لم یترکنی فی منزل یملکه ولا نفقة فقالت قال رسول ﷺ نعم فانصرفت حتی اذا کنت فی الحجرة او فی المسجد دعانی فقال امکثی فی بیتک حتی یبلغ الکتاب اجله قالت فاعتددت فیه اربعة

۲ مشکوٰۃ ص ۲۹۵، موطا امام مالک ص ۵۲۔



اشهر و عشرا ۳

"کہ میں اپنے گھر لوٹ جاؤں کیونکہ میرے خاوند نے مجھے ایسے گھر میں نہ چھوڑا جس کا وہ مالک ہو نہ خرچہ میں۔ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں! چنانچہ وہ لوٹ گئیں۔ حتی کہ جب میں حجرہ یا مسجد میں پہنچی تو مجھے بلایا اور فرمایا کہ تم اپنے گھر میں رہو حتی کہ قرآنی حکم میعاد کو پہنچ جائے۔ فرماتی ہیں میں نے اسی گھر میں چار ماہ دس دن عدت گزاری"۔

## نفاس والی مطلقہ یا بیوہ کی عدت:

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

ان سبیعة الاسلمیة نفست بعد وفاة زوجها بلیال فجاءت النبی ﷺ فاستاذنته ان تنکح فاذن لها فنکحت ۴

"حضرت سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کی وفات کے چند دنوں بعد نفاس والی ہو گئیں (یعنی حاملہ تھیں اپنے خاوند کی وفات کے چند دن بعد بچے کو جنم دیا۔ نفاس آنے سے یہی مراد ہے) تو وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت (اقدس) میں حاضر ہوئیں اور آپ ﷺ سے اجازت مانگی کہ (کسی شخص سے) نکاح کر لوں۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں اجازت دے دی تو انہوں نے نکاح کرایا"۔

نوٹ: اس پر امت کا اجماع ہے کہ حاملہ کی عدت حمل جننا ہے خواہ مطلقہ ہو یا وفات والی۔ اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث شریف ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کی عدت "ابعد الاجلین" ہے یعنی چار ماہ دس دن اور وضع حمل میں سے جو بعد میں ہو وہ عدت ہے۔

۳ مشکوٰۃ ص ۲۹۹، موطا امام مالک ص ۵۳۱، ابن ماجہ ص ۱۴۷، شرح السنۃ جلد ۵ ص ۲۱۹، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۷ ص ۴۳۴ ۴ مشکوٰۃ ص ۲۸۹، مسلم جلد ۱ ص ۴۸۶، دارمی جلد ۲ ص ۱۶۹، ابن ماجہ ص ۱۴۷۔

## سوگ

سوگ کے معنی ہیں کہ عورت عدت کے ایام میں زینت کو ترک کرے۔

ہر قسم کے چاندی، سونے اور ہیرے جواہر کے زیور اور ہر قسم اور ہر رنگ کے ریشم کے کپڑے نہ پہنے اور خوشبو کا بدن اور کپڑوں میں استعمال نہ کرے اور تیل استعمال نہ کرے اگرچہ اس میں خوشبو نہ ہو جیسے روغن زیتون اور کنگھا کرنا اور سیاہ سُرمہ لگانا۔ یونہی سفید خوشبودار سُرمہ لگانا اور مہندی لگانا اور زعفران یا کسم گیرو کا رنگا ہوا سرخ رنگ کا کپڑا پہننا ناجائز ہے اور ان سب چیزوں کا ترک واجب ہے۔

### مطلقہ عورت کا باہر نکلنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

طَلُقَتْ خَالَتِيْ ثَلَاثًا فَأَرَادَتْ تَجُدُّ نَخْلَهَا فَزَجَرَهَا رَجُلٌ أَنْ تَخْرُجَ فَأَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ بَلٰى فَجُدِّيْ نَخْلَكِ فَإِنَّهُ عَسٰى أَنْ تَصَدَّقِيْ أَوْ تَفْعَلِيْ مَعْرُوْفًا ۞

"میری خالہ کو تین طلاقیں دی گئیں تو انہوں نے اپنی کھجوروں سے پھل توڑنا چاہے تو ایک شخص نے انہیں باہر جانے سے منع کیا۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں! اپنی کھجوروں کے پھل توڑو ممکن ہے تم خیرات کرو"۔

نوٹ یعنی تمہارے لئے دن کے وقت گھر سے نکل کر باغ میں جانا وہاں پھل توڑنا جائز ہے کہ اس پھل سے تم نیک کام کرو گی یعنی زکوٰۃ دینا، صدقہ و خیرات اور ہدیہ دینا وغیرہ۔ خیال رہے طلاق کی عدت میں مزدوری کے لئے گھر سے باہر نہیں جا سکتی کیونکہ اس کا خرچہ طلاق دینے والے خاوند کے ذمہ ہے اُسے مزدوری کی حاجت

۞ ابوداؤد جلد ۱ ص ۳۱۹، ابن ماجہ ص ۱۴۰، مسند احمد جلد ۳ ص ۳۲۱، مشکوٰۃ ص ۲۸۹، مسلم جلد ۱ ص ۴۸۶، دارمی جلد ۲ ص ۱۶۷۔



نہیں جبکہ عدت وفات میں عورت مزدوری کے لئے باہر جا سکتی ہے۔ کیونکہ اس کا خرچہ طلاق دینے والا شوہر فوت ہو گیا ہے تو رات گھر میں گزارے۔ خیال رہے کہ حدیث شریف میں مزدوری کے واسطے نکلنا تھا بلکہ یہ نکلنا اپنے مال کی حفاظت کے لئے تھا اس مجبوری میں اب بھی نکلنا درست ہے۔ بشرطیکہ رات گھر میں آ کر گزارے۔

### بیوہ عورت کی عدت اور سوگ

حضرت اُم حبیبہ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا

لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ إِلَّا عَلٰى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا ۞

"(۱) جو عورت اللہ (تبارک و تعالیٰ) اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے خاوند کے۔ کہ اس (کے فوت ہونے) پر چار ماہ اور دس دن (سوگ ہے)"۔

### بیوہ عورت کون کون سے کام نہ کرے:

حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَا تُحِدُّ امْرَأَةٌ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ أَيَّامٍ إِلَّا عَلٰى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا وَّلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ وَّلَا تَكْتَحِلُ وَلَا تَمَسُّ طِيْبًا إِلَّا إِذَا طَهُرَتْ نُبْذَةً مِّنْ قُسْطٍ أَوْ أَظْفَارٍ وَّ زَادَ أَبُوْ دَاوُدَ وَلَا تَخْتَضِبُ. ۞

۱ مسلم جلد ۱ ص ۴۸۶، مشکوٰۃ ص ۲۸۸، بخاری جلد ۲ ص ۸۰۳، مسلم جلد ۱ ص ۴۸۷، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۷ ص ۴۳۷، مجمع الزوائد جلد ۳ ص ۵، شرح السنہ جلد ۵ ص ۴۲۰، الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۳۵۵، ترمذی حدیث نمبر ۱۱۹۵، مسند احمد جلد ۶ ص ۳۰۔ ۲ شرح السنہ جلد ۵ ص ۲۲۲، مشکوٰۃ ص ۲۸۹، بخاری جلد ۲ ص ۲۹۰، ابوداؤد جلد ۱ ص ۳۲۱، مسلم جلد ۱ ص ۴۸۶، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۱ ص ۱۹۳، دارمی جلد ۲ ص ۱۶۷۔

"(۱) کوئی عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے سوائے خاوند (کے فوت ہونے) پر کہ اُس پر چار ماہ دس دن (سوگ ہے۔ اور یہ سوگ والی عورت یہ کام نہ کرے)۔ (۲) رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے سوائے بناوٹی تکین کپڑے کے۔ (یعنی جو اول سے ہی رنگ دار کپڑا ہے) (۳)۔ سرمہ نہ لگائے۔ (۴)۔ خوشبو نہ لگائے مگر جبکہ (حیض سے) پاک ہو تو ایک ٹکڑا قسط یا اظفار کا (استعمال کرے)۔ (۵)۔ ابوداؤد نے زیادہ فرمایا ہے کہ "خضاب نہ لگائے"۔

## حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ:

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب (حضرت) ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے "ایلوا" لگا رکھا تھا تو فرمایا اے اُم سلمہ یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یہ "ایلوا" ہے جس میں خوشبو نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ چہرہ کو رنگین تو کرتا ہے لہٰذا یہ مت لگاؤ اور اگر لگانا ہو تو رات کے وقت لگاؤ اور دن کے وقت لگانا چھوڑ دو، نہ خوشبودار تیل اور نہ مہندی لگاؤ کہ مہندی خضاب ہے۔ (حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) کنگھی کس چیز سے کروں تو آپ ﷺ نے فرمایا بیری کے پتے کہ اس سے اپنے سر کو لیپ کر لو۔"

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے فرماتی ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَلْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّيَابِ وَلَا الْمُمَشَّقَةَ وَلَا الْحُلِيَّ وَلَا تَخْتَضِبُ وَلَا تَكْتَحِلُ ۵

"جس کا خاوند فوت ہو جائے وہ نہ تو زعفرانی رنگ کے کپڑے پہنے اور نہ ہی سرخ رنگ کے اور نہ زیور پہنے اور نہ خضاب لگائے اور نہ سرمہ لگائے۔ (سیاہ سرمہ لگانا منع ہے اس سے آنکھ میں زینت ہوتی ہے)"۔

۵ مشکوٰۃ ص ۲۸۹، ابوداؤد، مشکل الآثار جلد ۲ ص ۱۴۰، شرح السنۃ جلد ۵ ص ۲۲۲۔



حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی عرض کرنے لگی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) میری اس بچی کا خاوند فوت ہو گیا ہے اور اس کی آنکھیں دکھتی ہیں تو کیا اُسے سرمہ لگائیں؟ "تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا نہیں۔ دو یا تین بار ہر دفعہ یہی فرماتے تھے نہیں۔ پھر فرمایا اب تو چار ماہ اور دس دن ہی ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں تو تم میں سے ہر ایک پورے سال پر مینگنی پھینکتی تھی"۔ ۹

**نوٹ:** اس سے پہلے عرب معاشرہ میں بیوہ عورت خاوند کے انتقال کے بعد ایک سال تک بُرے مکان میں بُرے لباس میں رہتی اور تمام گھر والوں سے علیحدگی اختیار کرتی تھی۔ سال کے بعد اس کے قرابت دار جمع ہوتے وہ اسے اونٹ یا بکری کی مینگنی دیتے تھے جسے وہ اپنے ہاتھ سے پھینکتی تھی۔ مینگنی کا پھینکنا عدت کا پورا ہونا ہوتا تھا۔ اس ارشاد عالی میں اسی جانب اشارہ ہے یعنی اب تم چار ماہ اور دس دن صبر نہیں کر سکتیں جبکہ زمانہ جاہلیت میں ایک سال تک عدت گزارتیں اور عدت کے زمانہ میں سخت پابندیاں برداشت کرتی تھیں۔

**مسئلہ** اگر عدت طلاق کے دوران عورت کو حرام کا حمل رہ جائے تو عدت حمل جننے سے پوری ہو جاتی ہے۔

**مسئلہ** جس کپڑے کا رنگ پرانا ہو گیا کہ اب اس کا پہننا زینت نہیں وہ اسے پہن سکتی ہے۔ یوں ہی سیاہ رنگ کے کپڑے میں حرج نہیں بشرطیکہ ریشم کے نہ ہوں۔

**مسئلہ** عذر کی وجہ سے ممانعت والی چیزوں میں سے استعمال کر سکتی ہے۔ مثلاً درد سر کی وجہ سے تیل لگا سکتی ہے یا تیل لگانے کی عادی ہے، جانتی ہے کہ نہ لگانے سے درد ہو جائے گا تو لگانا جائز ہے یا دوسرے وقت کنگھا کر سکتی ہے مگر اس طرف سے جدھر کے دندانے موٹے ہیں۔ باریک دندانوں کی طرف سے نہیں کہ یہ بال

۹ ابوداؤد جلد ۱ ص ۳۲۱، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۷ ص ۴۳۲-۴۳۹، مسلم جلد ۱ ص ۴۸۰، بخاری جلد ۲ ص ۸۰۳۔

سنوارنے کے لئے ہوتے ہیں اور یہ ممنوع ہے۔ ایسے ہی دیگر چیزیں۔

**مسئلہ** سوگ اس پر ہے جو عاقلہ، بالغہ، مسلمان ہو اور موت یا طلاق بائن کی عدت ہو۔

**مسئلہ:** کسی کے مرنے کے غم میں سیاہ کپڑے پہننا جائز نہیں مگر عورت کو تین دن تک شوہر کے مرنے کے غم کی وجہ سے سیاہ کپڑے پہننا جائز ہے۔

**مسئلہ** جو عورت عدت میں ہو اُس کو صراحۃً نکاح کا پیغام دینا حرام ہے۔ البتہ موت کی عدت میں اشارۃً کہہ سکتے ہیں مگر طلاق رجعی یا بائن یا فسخ نکاح کی عدت میں اشارۃً بھی نہیں کہہ سکتے۔ اشارۃً کہنے کی صورت یہ ہے کہ آدمی کہے میں نکاح کرنا چاہتا ہوں یا جس میں یہ وصف ہو اور وہ وصف بیان کرے جو اس عورت میں ہو۔

**مسئلہ** اگر حاملہ مطلقہ عورت کا بچہ ساقط ہو جائے جبکہ اُس کے اعضاء نہ بنے ہوں اُس کی عدت پوری نہ ہوگی کیونکہ یہ حمل جننا نہیں بلکہ حمل گرنا ہے۔ نیز ایسے اسقاط کے بعد جو خون آتا ہے وہ نفاس نہیں کہلاتا۔ ہاں جس بچے کے اعضاء پورے بن چکے ہیں اگرچہ جان نہ پڑی ہو تو اس سے عدت پوری ہو جائے گی کیونکہ یہ وضع حمل ہے۔

**مسئلہ** زنا سے عدت نہیں اگرچہ حاملہ ہو اور یہ نکاح کر سکتی ہے۔ اگر یہ عورت اُس شخص کے سوا جس کے زنا سے حاملہ ہے، کسی دوسرے سے نکاح کرے تو تب بھی نکاح ہو جاتا ہے مگر جب تک بچہ پیدا نہ ہو وطی جائز نہیں۔

**مسئلہ:** نکاح فاسد میں دخول سے پہلے تفریق ہوگی تو عدت نہیں اور دخول کے بعد ہوئی تو عدت ہے۔

**مسئلہ.** حیض کی حالت میں طلاق دی تو یہ حیض عدت میں شمار نہ کیا جائے بلکہ اس کے بعد پورے تین حیض مدت ختم ہونے پر عدت پوری ہوگی۔

**مسئلہ.** طلاق کی عدت وقت طلاق سے ہے اگرچہ عورت کو اس کی اطلاع نہ ہو کہ شوہر نے اسے طلاق دی ہے اور تین حیض آنے کے بعد معلوم ہوا تو عدت ختم ہو چکی۔



**مسئلہ** عورت کو کسی معتبر نے خبر دی کہ اُس کے شوہر نے تین طلاقیں دے دی ہیں یا شوہر کا خط آیا اور اس میں اُسے طلاق لکھی ہے۔ اگر عورت کا غالب گمان ہے کہ وہ سچ کہتا ہے یا یہ خط اُسی کا ہے تو عدت گزار کر نکاح کر سکتی ہے۔

**مسئلہ:** موت کی عدت چار ماہ دس دن ہے یعنی دسویں رات بھی گزار لے، دخول ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔

**مسئلہ** عورت حاملہ ہے تو عدت وضع حمل ہے۔

**مسئلہ.** وضع حمل سے عدت پوری ہونے کے لیے کوئی خاص وقت مقرر نہیں موت یا طلاق کے بعد جس وقت بچہ پیدا ہو عدت ختم ہو جائے گی۔

**مسئلہ** عورت کو طلاق رجعی دی اور شوہر عدت میں مر گیا یعنی عورت کو تین حیض پورے ہونے سے پہلے مر گیا تو عورت موت کی عدت ۴ ماہ ۱۰ دن پوری کرے۔

**مسئلہ** بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت کو طلاق دی تو جب تک اُسے تین حیض نہ آئیں دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔

**مسئلہ** اگر کرایہ کے مکان میں رہتی تھی جب بھی مکان بدلنے کی اجازت نہیں مطلقہ عورت کے شوہر کے ذمہ زمانہ عدت کا کرایہ ہے اور اگر شوہر غائب ہے اور خود کرایہ دے سکتی ہے تو اُسی مکان میں رہے۔ کوئی سودا لانے والا نہ ہو تو سودا بھی لا سکتی ہے۔

**مسئلہ** جس مکان میں عدت گزارنا واجب ہے اُس کو چھوڑ نہیں سکتی مگر اُس وقت شوہر نے طلاق دی یا مر گیا تو فوراً بلا توقف وہاں سے واپس آئے۔

**مسئلہ** زن و شوہر اگر بوڑھیا بوڑھے ہیں اور اُن میں طلاق ہو گئی اور اُن کی اولادیں ہوں جن کو مفارقت گوارا نہ ہو تو دونوں ایک مکان میں رہ سکتے ہیں جب کہ میاں، بیوی کی طرح نہ رہتے ہوں۔

**مسئلہ** رجعی طلاق کی عدت کے وہی احکام ہیں جو بائن کے ہیں مگر اس کے لئے سوگ نہیں۔ اگر سفر میں شوہر نے طلاق رجعی دی تو شوہر کے ساتھ ہی رہے۔

مسئلہ: سفر میں شوہر مر گیا یا طلاق بائن دیدی تو واپس اپنے گھر آ جائے۔

نوٹ: مذکورہ بالا مسائل بہار شریعت حصہ نمبر ۹ باب عدت اور سوگ سے ماخوذ ہیں۔

سوال: کیا چالیسویں میں دن کم کر سکتے ہیں؟

جواب: کمی بیشی کوئی مسئلہ نہیں ' چالیس ' چالیس کو ہی کہتے ہیں۔ اُنتالیس یا اکتالیس کو چالیس نہیں کہتے۔

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ پانچ جمعراتیں نہیں کرنی چاہئیں؟

جواب: یہ بات من گھڑت ہے جتنی جمعراتیں دعا کریں گے میت کو فائدہ ہوگا ' کوئی نقصان نہیں۔

سوال: کہتے ہیں چالیسویں میں تیسرا چاند نہیں آنا چاہیے؟

جواب: یہ فضول بات ہے۔ تیسرے چاند کا ختم شریف یا چالیسویں سے کوئی تعلق نہیں۔

سوال: کہتے ہیں ایصال ثواب کے لئے ایک روٹی مسجد میں بھیجنی چاہیے۔

جواب: ایک روٹی والا مسئلہ بھی من گھڑت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ توفیق کے مطابق زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا چاہیے ایسے کہنے والے کیا کسی کے مرنے کے بعد روٹی کھانا کم کر دیتے ہیں"

سوال: کہتے ہیں مسجد میں چالیس دن روٹی کیوں دیتے ہو اس سے زیادہ ایام کیوں نہیں دیتے؟

جواب: اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو نظام بنا رکھا ہے اس میں ہر کام مقررہ وقت اور مقررہ تعداد میں ہوتا ہے۔ جن کاموں کی تعداد مقرر نہیں وہاں بے حساب کام چلتا ہے۔ نمازوں کی رکعتیں ' زکوٰۃ کی مقدار ' اذان اور اس کے کلمات ' روزوں کی تعداد ' سحری اور افطاری کے اوقات مقرر ہیں۔ نفلی عبادات میں خیرات انفاق فی سبیل جتنا چاہیں کریں کوئی پابندی نہیں لیکن اولاد کو بھوکا اور محتاج نہ رکھیں۔



# تطوع اور بدعت

آج بعض لوگ ہر کام پر بلا امتیاز بدعت کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔ حالانکہ مختلف ناموں سے خود بھی وہی کام کرتے ہیں۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے "تطوع" کا جاننا ضروری ہے۔

## تطوع کے معانی:

"المفردات القرآن" میں ہے، التطوع (تفعل) اس کے اصل معنی تو تکلیف اٹھا کر حکم بجالانا کے ہیں مگر عرف میں نوافل کے بجالانے کو "تطوع" کہتے ہیں۔

سورۃ البقرۃ میں ہے وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا . "(آیت ۔ ۱۸۴)" اور جو کوئی شوق سے اپنی طرف سے نیکی کرے"۔ یعنی اس کے معنی ہیں تھوڑی سی تکالیف اٹھا کر اس میں دل کی رضامندی تو بہرحال ہوگی۔ لیکن اس میں اگر تھوڑی سی مشقت بھی اٹھانی پڑے (جو قابل برداشت ہو) تو ایسا عمل صغیر بھی کر لینا چاہیے۔

سورۃ المائدہ میں ہے فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ (آیت نمبر ۳۰) "اس کے نفس یا اس کے جذبات نے اُسے اس امر پر آمادہ کر لیا یا راضی کر لیا"۔

"طوعت" کا صیغہ "اطاعت" سے زیادہ بلیغ ہے اور طوعت له نفسه کا محاورہ تابعت عن كذا نفسه کے بالمقابل استعمال ہوتا ہے جس کے معنی ہیں کہ اُسے یہ کام کرنا گوارا نہیں ہے۔ جبکہ تطوع كذا کے معنی ہیں کہ اس نے رضامندی سے اس کام کے لئے تکلیف اٹھانا گوارا کر لیا ہے۔

## ایک سائل کا اسلام کے بارے میں سوال اور تطوع:

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، ایک شخص رسول

اللہ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اُس شخص کا تعلق نجد کے علاقہ سے تھا۔ اُس کے سر کے بال پریشان تھے۔ اُس کی گنگناہٹ کی آواز سنائی دیتی تھی۔ مگر اُس کا کلام سمجھا نہ جاتا تھا یہاں تک کہ وہ قریب آیا تو معلوم ہوا کہ اسلام کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے اسلام کے بارے میں سائل کو درج ذیل تفصیل ارشاد فرمائی

(۱)۔ خمس صلوٰت فی الیوم و اللیلۃ

(۲)۔ صیام شہر رمضان اور

(۳)۔ ذکر لہ الزکوٰۃ۔

"ایک دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں، ماہ رمضان المبارک کے روزے اور (سال میں ایک مرتبہ) زکوٰۃ"۔

جب آپ ﷺ نے اُسے فرمایا ایک دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں تو سائل نے عرض کیا هل علی غیرهن ؟ "کیا ان نمازِ پنجگانہ کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی نماز فرض ہے"؟ تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا لا الا ان تطوع "نہیں مگر جو تو تطوع کرے"۔

جب آپ ﷺ نے فرمایا، رمضان المبارک کے مقدس مہینہ کے روزے فرض ہیں تو سائل نے عرض کیا هل علی غیره؟ "کیا ان کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی روزے فرض ہیں؟ تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا لا الا ان تطوع "نہیں مگر جو تو تطوع کرے"۔

پھر آپ ﷺ نے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا تو سائل نے عرض کیا هل علی غیرها؟ "کیا اس کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ فرض ہے؟ تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا لا الا ان تطوع "نہیں مگر جو تطوع کرے"۔

(حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) وہ سائل مذکورہ بالا ارشادات



سننے کے بعد واپس ہوا اور جاتے ہوئے یہ کہہ رہا تھا، اللہ (تبارک و تعالیٰ) کی قسم میں اس پر زیادہ نہ کروں گا اور نہ ہی اس سے کمی کروں گا۔ تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا افلح الرجل ان صدق "یہ شخص کامیاب ہوا اگر اس نے سچ کہا ہے"۔[1]

سائل کے سوال پر نبی کریم ﷺ نے نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی فرضیت کے بارے میں ارشاد فرمایا، جب سائل نے ان فرائض کے علاوہ مزید پوچھا تو نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا لا الا ان تطوع "نہیں مگر جو تو تطوع کرے"۔

اس سائل نے اس وقت سوال عرض کیا جبکہ ابھی حج فرض نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ سوال میں حج کا ذکر نہیں ہے۔

اگر یہاں آپ غور کریں تو پتا چلے گا کہ نبی کریم ﷺ نے "تطوع" نفل اور زائد عبادت کے معنوں میں ارشاد فرمایا ہے۔ اس حدیث شریف کا جس جس صاحب نے بھی ترجمہ کیا ہے اُس نے "تطوع" کے معنی "نفل" ہی کئے ہیں۔

## ایک واقعہ:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، مجھے رسول کریم ﷺ نے مصدق بنا کر بھیجا۔ میں ایک شخص کے پاس سے گزرا۔ جب اُس نے اپنا مال اکٹھا کیا تو اُس پر سوائے "بنت مخاض" کے زکوٰۃ واجب نہ ہوئی۔ میں نے کہا "بنت مخاض"؟ (یعنی اونٹنی کی چھوٹی سی بچی دے) تجھ پر زکوٰۃ میں یہی لازم ہے۔ فرمایا "بنت مخاض" کس کام کی نہ وہ دودھ دے اور نہ اُس پر سوار ہو سکیں۔ یہ لو ایک اونٹنی جو جوان، بڑی اور موٹی ہے۔ میں نے کہا میں تو یہ نہ لوں گا۔ جس کے لینے کا حکم نہیں دیا گیا۔ البتہ رسول اللہ ﷺ قریب ہی تشریف رکھتے ہیں، اگر تم چاہو تو اُن کے پاس جا کر یہ بیان کرو۔ اگر آپ ﷺ منظور فرمالیں تو میں اسے لے لوں

[1] بخاری جلد ۱ ص ۱۱، ابوداؤد جلد ۱ ص ۹۲، مشکوٰۃ ص ۱۲، صحیح ابن خزیمہ جلد ۲ ص ۳۰۶، نسائی جلد ۱ ص ۹۰، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۳۶۱، مسلم جلد ۱ ص ۳۰۔

گا ورنہ واپس کر دوں گا۔ اُس نے کہا اچھا میں چلتا ہوں۔ چنانچہ وہ اُس اونٹنی کو لے کر میرے ساتھ چلا، جب ہم (دونوں) رسول کریم ﷺ کے پاس آئے تو اُس شخص نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا، یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ ﷺ کا قاصد میرے پاس میرے مال کی زکوۃ لینے کے لئے آیا۔ اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی قسم اس سے پہلے رسول اللہ ﷺ اور اُن کا قاصد میرے مال تک پاس نہ آئے۔ میں نے اپنا مال (رسول اللہ ﷺ کے لئے) جمع لیا تو قاصد نے کہا تم پر صرف "بنت مخاض" لازم ہے اور "بنت مخاض" شیر دودھ دیتی ہے اور نہ ہی سواری کے قابل ہے۔ اس واسطے میں نے اُن کو ایک جوان، بڑی اور موٹی اونٹنی پیش کی تو انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ یہ وہ اونٹنی ہے اب میں اسے آپ ﷺ کے پاس لے کر آیا ہوں آپ ﷺ اس کو لے لیجئے۔ فقال له رسول الله ﷺ ذاک الذی علیک فان تطوعت بخیر اجرک الله فیه وقبلناه منک "تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تجھ پر واجب تو یہی (بنت مخاض) ہے مگر جو تو "بخوشی" اس کو دیتا ہے تو اللہ (تبارک وتعالیٰ) تجھے اجر عطا فرمائے گا اور ہم قبول کر لیں گے"۔ اُس شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) تو آپ ﷺ یہ لے لیجئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اُس (اونٹنی) کے لینے کا حکم فرمایا اور اُس کے مال میں برکت کے لئے دعا فرمائی ہے۔[۲]

مذکورہ بالا بحث سے یہ پتا چلا کہ "تطوع" وہ عمل ہوتا ہے جو رضا مندی سے سرانجام دیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی دو آیات میں ایسا ہی ارشاد ہوا ہے۔

۱۔ ومن تطوّع خیرًا (البقرۃ ۱۵۸)

۲۔ فمن تطوّع خیرًا فھو خیرٌ لّہٗ (البقرۃ ۱۸۴)

ان دو آیات مبارکہ کا ہر ایک مترجم نے ترجمہ کرتے ہوئے یہ وضاحت کر دی کہ تطوع وہ کام ہوتا ہے جو دل کی خوشی سے یا برضا و رغبت کیا جائے۔ تراجم

[۲] ابو داود جلد ۱ ص ۲۳۰، کنز العمال حدیث نمبر ۱۲۵۴۳، ۱۲۹۵۹۔



ملاحظہ ہوں۔

"وہر کہ برغبت خود بجا آرد نیکی" (شیخ سعدی شیرازی)

"وہر کہ نیکی بجا آرد"۔ (شاہ ولی اللہ)

"اور جو کوئی خوشی سے بھلائی کرے"۔ (شاہ رفیع الدین)

"اور جو کوئی شوق سے کرے کچھ نیکی"۔ (شاہ عبد القادر)

"اور جو شخص خوشی سے کوئی امر خیر کرے"۔ (اشرف علی تھانوی)

"اور جو کوئی اپنی خوشی سے کرے کچھ نیکی"۔ (محمود الحسن)

"جو شخص اپنی خوشی سے نیک کام کرنا چاہے"۔ (حافظ نذیر احمد دہلوی)

"اور جو اپنے شوق سے کرے کوئی نیکی" (عاشق الہی میرٹھی)

"جو کوئی نفلی طور پر زیادہ نیکی کرے" (وحید الزماں)

"اور جو کوئی نیک کام کرے"۔ (فتح محمد جالندھری)

"اور جو کوئی خوشی خوشی نیکی کرے"۔ (عبد الماجد دریابادی)

"اپنی خوشی سے بھلائی کرنے والا"۔ (محمد جونا گڑھی)

"پھر جو کوئی شوق سے نیکی کرے"۔ (ثناء اللہ امرتسری)

"اور جس نے نیکی کو رغبت سے ادا کیا"۔ (امیر علی)

"اور جو برضا و رغبت کوئی بھلائی کا کام کرے"۔ (مودودی)

"اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے"۔ (احمد رضا بریلوی)

چند انگریزی تراجم:

"But who so doth good of his own accord' (Marmaduke Pickthal)

"Anyone who does good on his own". (Dr. Hanif Akhtar Fatmi Qadri Naushahi)

"And if anyone obeyeth his own impuls to

good'. (Abdullah Yusuf Ali)

"And who so voluntarily performs some good deeds". (Dr. Abdul Majid Aoulakh)

"Who Does any good with a willing heart" (Moududee).

مذکورہ بالا تراجم کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ "تطوع" فرض، واجب یا سنت عمل نہیں بلکہ وہ عمل ہے جو ایک مسلمان دلی خوشی سے، برضا ورغبت یا رضاکارانہ طور پر، اپنی مرضی سے، دل کی کشادگی سے، اپنی طرف سے، اپنی خواہش سے کرے اسے "تطوع" کہتے ہیں۔

ایسے عمل کے خلاف بات کرنے والے کے بارے میں قرآن مجید میں ربِ ذوالجلال کا ارشاد ہے اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ [۳] "وہ جو عیب لگاتے ہیں ان مسلمانوں کو جو دل سے (خوشی سے، برضا ورغبت) خیرات کرتے ہیں اور اُن کو جو (مال وزر) نہیں پاتے مگر اپنی محنت سے تو ان سے (منافقین) ہنستے ہیں۔ اللہ (تبارک وتعالیٰ) اُن کی ہنسی کی سزا دے گا اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے"۔

محولہ بالا آیت مبارکہ میں "اَلْمُطَّوِّعِيْنَ" انہیں کہا گیا ہے جو خوشی سے دینے والے، اپنی دلی رغبت سے دینے والے ہیں۔ فِي الصَّدَقٰتِ سے مراد ہے خیرات دینا، دوسرا یعنی اپنے دل کی خوشی سے خیرات میں زیادہ مال دینے والے۔

اس آیت میں نفلی صدقات دینے والے مسلمانوں (یعنی اَلْمُطَّوِّعِيْن) پر منافقین کی طعن وتشنیع کا ذکر ہے۔ منافقین ایسے بدخصلت لوگ ہیں کہ ان کی زبان سے کوئی بھی نہیں بچتا۔ یہ عیب جو، بدگو لوگ اتنے بڑے ہیں اگر کوئی شخص بڑی رقم دے تو یہ اسے ریاکار کہنے لگتے ہیں اور اگر کوئی مسکین اپنی مالی کمزوری کی بناء پر

[۳] التوبہ ۷۹



تھوڑا مال دے تو یہ کہ بھوں چڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں، لو اس کی اس حقیر چیز کی اللہ تبارک وتعالیٰ کو کیا ضرورت ہے؟

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، ہمیں صدقہ کرنے کا حکم ہوا۔ ہم لوگ محنت مزدوری کرتے تھے۔ لوگوں کا بوجھ اٹھا کر ان کی منزل تک پہنچاتے تھے۔ حضرت ابو عقیل (رضی اللہ عنہ) نے آدھا صاع یعنی تقریبا دو سیر اور ایک شخص نے اس سے زیادہ دیا تو منافق کہنے لگے اللہ (تبارک وتعالیٰ) کو اس کے صدقہ کی کچھ پرواہ نہیں ہے اور دوسرے نے تو صرف دکھانے ہی کو صدقہ دیا ہے۔[۴]

تفسیر مظہری میں زیر آیت تحریر ہے

"رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خیرات کرنے کی ترغیب دی۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چار ہزار درہم لا کر پیش کئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے، چار ہزار خدمت گرامی میں حاضر کر دیے ہیں۔ آپ ﷺ انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں تقسیم کر دیں۔ چار ہزار اپنے اہل وعیال کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔ فرمایا، جو تم نے دیا اور جو کچھ روک لیا، اللہ (تبارک وتعالیٰ) سب میں برکت عطا فرمائے۔[۵]

اس روز عاصم رضی اللہ عنہ بن عدی عجلانی نے دو وسق چھوہارے دیے۔ حضرت ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ نے ایک صاع چھوہارے پیش کئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) رات بھر پانی کھینچ کر میں نے دو صاع کی مزدوری کی تھی۔ ایک صاع گھر والوں کے لئے چھوڑ آیا ہوں، ایک صاع حاضر خدمت کر دیئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ چھوہارے تمام مال صدقات کے ڈھیر پر بکھیر دینے کا حکم دیا۔ اس پر منافقوں نے طنز کیا۔ کہنے لگے عبدالرحمن اور عاصم نے جو کچھ دیا وہ ریاکاری کے لئے ہے اور ابو عقیل کا ایک صاع نا قابل قدر ہے اس کی اللہ (تبارک

[۴] قرطبی جلد ۴ جز ۸ ص ۱۲۷، ابن کثیر جلد ۱ ص ۳۲۴۔ [۵] ابن کثیر جلد ۲ ص ۳۲۴، تفسیر مظہری، تفسیر درمنثور جلد ۴ ص ۲۴۹۔۲۵۱، مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۳۲۔

وتعالیٰ) اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو کوئی ضرورت نہیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ اس کی مفلسی کا مذاق اڑایا جائے اور مالِ خیرات میں سے اس کو حصہ مل جائے تو اس پر سورہ توبہ کی آیت مبارکہ نمبر ۷۹ نازل ہوئی۔

اپنے دل کی خوشی سے، اپنی طرف سے، اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی راہ میں خرچ کرنا "تطوع" کہلاتا ہے اور تطوع کرنے والوں کا مذاق اڑانے والوں کے لئے اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے اس عذاب کی وعید سنائی ہے۔ جو منافقین کو دیا جائے گا کیونکہ یہ مذاق اڑانے والے منافقین کی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔

کتب احادیث میں محدثین نے "تطوع" سے مراد نفل لئے ہیں اور اپنی کتابوں میں باب التطوع کے عنوان سے ابواب باندھے ہیں۔ [1]

جس حدیث پاک کی تشریح میں یہ سلسلہ بحث چل رہا ہے اس حدیث پاک میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا "اسلام" نماز پنجگانہ، روزے اور زکوٰۃ ادا کرنا ہے اور اس کے علاوہ "تطوع"۔

مثلاً ایک شخص نماز پنجگانہ ادا کرتا ہے۔ ان کی ادائیگی کے بعد اگر وہ مزید نفل اور نفلی نمازیں ادا کرتا ہے جیسے تحیۃ الوضوء، تحیۃ المسجد، اشراق، چاشت، اوابین، تہجد، صلوٰۃ التسبیح یا ظہر کی نماز کے بعد دس بیس نوافل مغرب اور عشاء کے بعد دس بیس نوافل، شکرانہ نماز توبہ وغیرہ وغیرہ، تو یہ ادا کرنے والے کی اپنی خوشی اور مرضی ہے۔ شریعت کی طرف سے اس کے خلاف کوئی فتویٰ نہیں کہ وہ اتنے نوافل کیوں ادا کرتا ہے؟

اگر کوئی شخص ان نوافل کو ادا کرتا ہے تو اُسے ثواب حاصل ہوگا اور اگر کوئی شخص ان نوافل کو ادا نہیں کرتا تو وہ گنہگار نہیں ہے۔ ہاں البتہ ان نوافل کی ادائیگی سے روکنے والا گنہگار ہوگا۔

ایسے ہی اگر کوئی شخص رمضان المبارک کے روزوں کے علاوہ سوموار،

[1] بخاری جلد اص ۱۵۹، ۱۵۷، ۱۵۵، ۱۴۹، ۱۳۶، ۲۳، ۷، ابوداؤد جلد اص ۲۱۱، ۸۵، ۱۹۰، ۱۹۰، ۲۹، ۱۳۳، ۹، ترمذی جلد اص ۱۵۳، ۱۲۰، ۱۲۳، نسائی جلد اص ۲، مشکوٰۃ ص ۱۷۸، ۹۱۱۔



جمعرات، ایام بیض، شوال المکرم کے چھ روزے، عاشورہ اور ان کے علاوہ آگے پیچھے روزے رکھتا ہے تو اس کو ثواب ملے گا اور جو نہیں رکھتا وہ گنہگار نہیں ہے۔ ہاں البتہ ان نفلی روزوں سے روکنے والا گنہگار ہوگا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص سال کے بعد اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دے اور پھر روزانہ یا گاہے بگاہے صدقات و خیرات کرتا رہے یا روزانہ دیگیں پکا پکا کر غرباء اور مساکین کو تقسیم کرے یا بزرگان دین کو تحفہ نذرانہ پیش کرے یا ایصال ثواب کی نیت سے ایسا کرے تو اس کو گنہگار نہیں کہا جا سکتا بلکہ اس کو ثواب ہوگا اور جو شخص ایسے اعمال نہیں کرتا مگر زکوٰۃ ادا کرتا ہے اس پر دین کی مخالفت کا فتویٰ نہیں لگایا جا سکتا۔ ہاں البتہ ان نیک اعمال سے روکنے والا یا طعن و تشنیع کرنے والا اسی برتاؤ کا حقدار ہوگا جس کا ذکر اوپر سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۷۹ کے بیان میں ہو چکا ہے۔

نفلی عبادات کے بجالانے والے دنیا میں اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی عنایات سے خوب حصہ حاصل کرتے ہیں اور کل قیامت کے دن ایسے لوگوں کو بڑی رعایتیں حاصل ہوں گی۔ جس کا ذکر ذیل میں رقم حدیث شریف سے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا اَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلٰوتُهُ فَاِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ وَاِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ فَاِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيْضَتِهٖ شَيْئًا قَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اُنْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِيْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَيُكَمَّلُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ يَكُوْنُ سَائِرُ عَمَلِهٖ عَلٰى ذٰلِكَ [1]

"قیامت کے دن بندے کے اعمال سے سب سے پہلے جس عمل کا حساب ہوگا وہ نماز ہے پس اگر نماز درست ہوئی تو نجات پائی اگر خراب ہوئی تو

[1] مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۱۰۹، نسائی جلد اص ۱۸۱، الترغیب والترہیب جلد اص ۳۲۴، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۲ ص ۳۸۶، مشکوٰۃ حدیث نمبر ۱۳۳۰۔

خراب، داور نقصان پایا۔ پس اگر فرض کم ہو جائیں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا، دیکھو کیا تیرے پاس نوافل ہیں تو ان کے نوافل کے ذریعے فرائض کی کمی کو پورا کیا جائے گا پھر تمام اعمال کا یہی طریقہ ہوگا یعنی نفلی عبادت سے فرض عبادات پوری کی جائیں گی"۔ السنن الکبریٰ للبیہقی اور نسائی شریف میں اس مضمون کی تین تین روایات ہیں جن کے راوی حضرت ابو ہریرہ اور حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہما ہیں اور جن میں تطوع عبادات کا ذکر ہے جن سے مراد وہ عبادات ہیں جو کوئی بندہ مسلمان اپنی خوشی سے برضا و رغبت سے بجالاتا ہے۔

## تطوع اور بدعت:

"تطوع" وہ نیک کام ہے جو کوئی ایمان والا برضا و رغبت اور دل کی خوشی سے اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کی فرمانبرداری میں کرتا ہے۔ اچھا کام جب بھی کیا جائے وہ اچھا ہی ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جمعۃ المبارک کے دن دوسری اذان کا طریقہ رائج کرنا۔ حجاج بن یوسف کا قرآن مجید پر اعراب لگوانا، وغیرہ وغیرہ۔

غیر مقلدین نے اپنی بدعات کی ایجادات صحیح ثابت کرنے کے لئے "بدعت" کے لفظ کے اطلاق کی بجائے "مصالح مرسلہ" یا "مشاکلہ" کے الفاظ استعمال کئے ہیں تاکہ عوام الناس کی توجہ اُن بدعات سے ہٹائی جاسکے جن کے وہ خود مرتکب ہوتے ہیں۔ جب کہ اہلسنت و جماعت، اُن کاموں کو جو جائز اور اچھے ہیں، "تطوع" میں شمار کرتے ہیں۔

بدعت وہ نیا کام ہوتا ہے جو دینی عقائد کو خراب کرے۔ جب کہ اذان اور اعراب سے دینی عقائد میں کسی قسم کا کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔

پھر لفظ "بدعت" لغوی معنوں میں استعمال کرنے سے بھی دینی عقائد میں کسی قسم کی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی جس کی مثال بخاری شریف جلد ۱ ص ۲۶۹ میں



موجود ہے، ملاحظہ ہو:

حضرت عبدالرحمان بن عبدالقاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں "میں رمضان (المبارک) کی رات (حضرت) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف گیا تو لوگ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھ رہے تھے کوئی شخص تنہا نماز پڑھتا، کوئی نماز پڑھاتا ہے اور اُس کے ساتھ کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں (حضرت) عمر (فاروق) رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال ہے اگر میں ان سب کو ایک قاری پر متفق کر دوں تو بہت ہی اچھا ہوگا۔ پھر انہوں نے یہ عزم کر لیا اور اُن کو (حضرت) ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) پر متفق کیا۔ پھر میں دوسری رات اُن کے ساتھ باہر نکلا اور لوگ اپنے قاری کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے (حضرت) عمر (فاروق) رضی اللہ عنہ نے فرمایا نعم البدعة هذه "یہ بدعت اچھی ہے"۔ رات جس میں وہ سوئے رہتے ہیں اس سے بہتر ہے جس میں کھڑے رہتے ہیں ان کی مراد رات کا آخری حصہ تھا اور لوگ رات کے پہلے حصے میں کھڑے ہوتے تھے"۔ [۵]

یہ حدیث شریف شرح السنہ (جلد ۲ ص ۱۱۵) اور موطا امام مالک (ص ۹۰) میں بھی ہے۔ صاحب مشکوٰۃ نے اسے (باب التراویح ص ۱۱۵) میں نقل کیا ہے۔ صحیح بخاری میں الفاظ ہیں: نعم البدعة هذه جب کہ باقی تینوں کتابوں میں نعمت البدعة هذه کے الفاظ ہیں۔ مگر معنی دونوں صورتوں میں ایک ہی ہیں کہ "یہ بڑی اچھی بدعت ہے"۔

نوٹ۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ "یہ اچھی بدعت ہے" اس لئے ہے کہ رسول کریم ﷺ کے ظاہری زمانہ حیات میں سوائے تین راتوں کے نماز تراویح باجماعت نہیں پڑھی گئی اور اس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں باجماعت نماز تراویح نہیں پڑھی گئی۔ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ طور پر نماز تراویح کا باجماعت آغاز کروایا۔ اس لئے آپ نے اسے "اچھی بدعت" فرمایا۔

---

[۵] مسند احمد جلد ۶ ص ۵۵، مسلم جلد ۲ ص ۲۷۶۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو معلوم نہیں تھا کہ کل بدعة ضلالة "ہر بدعت گمراہی ہے"۔

غیر مقلدین لکھتے ہیں "عموماً کہا جاتا ہے کہ فلاں کام اچھا ہی ہے، آخر اس میں حرج کیا ہے؟ قرآن ہی تو پڑھا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ اگر... یہ دلیل کرلی جائے تو دین میں کوئی اچھا کام کرنے میں آخر کیا حرج ہے؟ یا اچھے کام کو بدعت نہیں کہا جا سکتا تو پھر بتلایا جائے کہ آخر بدعت کسے کہتے ہیں؟ اور رسول کریم ﷺ نے جس کام سے بچنے کی اتنی تاکید فرمائی ہے اور جسے بدعت کا نام دیا ہے وہ آخر کیا ہے؟" (ترجمان غیر مقلدین ہفت روزہ "الاعتصام" جلد ۳۱ شمارہ ۱۴، ۳۶ اپریل ۱۹۸۰)

آج کے مسلمانوں کے مقابلہ میں جنہوں نے ہر بات لکھی لکھائی پائی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ خوش بخت انسان ہیں جنہوں نے ایک تو نور ایمان سے روشن آنکھوں سے حضور نبی کریم ﷺ کا دیدار کیا ہے اور دوسرے تمام احکامات کا نفاذ اور عملی نمونہ اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا نیز اپنی مقدس زندگیوں پر ان کا اطلاق کیا ہے۔ ان میں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب ایک عمل کو نعم البدعة هذه یا نعمت البدعة هذه فرماتے ہیں تو فیصلہ انصاف سے کرنا چاہئے کیا ہم لوگ رسول کریم ﷺ کے ارشادات سے زیادہ باخبر ہیں یا وہ؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور ان کے مقام و عظمت کا پہلے اندازہ ہونا چاہئے پھر ان کی گفتگو کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہستی کے بارے میں رسول کریم ﷺ کے ارشادات کا مطالعہ کرلیں تاکہ ان کی ذات و بات کا اندازہ ہو سکے وہ کس مقام سے بول رہے ہیں؟

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر الہام ہوتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا



"تم سے پہلی امتوں میں الہام والے لوگ تھے۔ اگر میری امت میں کوئی ہوا تو وہ (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) ہیں"۔ ۹

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا "تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ گزر چکے ہیں جن سے فرشتے باتیں کرتے تھے (ان کو الہام ہوتا تھا) میری امت میں ایسا کوئی ہو تو وہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہوں گے"۔ ۱۰

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شیطان بھاگتا ہے.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے شیطان جب تم کو ایک راستے پر چلتا دیکھتا ہے تو وہ اس راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے چلتا ہے"۔ ۱۱

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دین:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا

"جب میں سو رہا تھا تو میں نے لوگوں کو دیکھا کہ مجھ پر پیش کیے جا رہے ہیں جن پر قمیصیں ہیں۔ بعض وہ ہیں جو سینوں تک پہنچتی ہیں بعض اس سے بھی کم اور مجھ پر (حضرت) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) پیش کیے گئے اس حال میں کہ ان پر قمیص ہے جسے وہ کھینچ رہے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) اس کی تعبیر کیا ہے؟ فرمایا "دین"۔ ۱۲

۹ بخاری جلد ۱ ص ۵۲۱، مشکوٰۃ حدیث نمبر ۶۰۲۶۔ ۱۰ بخاری جلد ۱ ص ۵۲۱۔ ۱۱ بخاری جلد ۱ ص ۵۲۰، مسند احمد جلد ۱ ص ۱۷۱، مسلم جلد ۲ ص ۲۷۶۔ ۱۲ مسند احمد جلد ۳ ص ۸۶، قرطبی جلد ۶ ص ۲۱۴، ۲۰۴، بخاری جلد ۱ ص ۵۲۱، شرح السنۃ جلد ۷ ص ۱۸۵۔

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

"جب میں سو رہا تھا تو میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا۔ میں نے پی لیا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ سیرابی میرے ناخنوں سے نکل رہی ہے۔ پھر میں نے اپنا بچا ہوا (دودھ حضرت) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کو دے دیا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کیا تعبیر کی ہے؟ فرمایا "علم"۔[۱۳]

پچھلے صفحات میں آپ یہ پڑھ چکے ہیں جب امیر المومنین حضرت عمر (بن خطاب) رضی اللہ عنہ ایک عمل کو نعم البدعة هذه یا نعمت البدعة هذه فرماتے ہیں تو ان کے ارشاد پر اُن کی عظمت، مقام اور شخصیت کو پیش نظر رکھ کر غور کرنا چاہئے۔ نیز یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟ اسی سلسلہ میں چار احادیث بیان کی گئی تھیں جن میں اس بات کا ذکر تھا کہ (۱)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر الہام ہوتا تھا، (۲)۔ اُن سے شیطان بھاگتا تھا، (۳)۔ اُن کا دین اور (۴) اُن کا علم کس مرتبہ کا تھا؟ اُن کے بارے میں یہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزید ارشادات نقل کئے جاتے ہیں پھر اُن کے اس فرمان پر کہ نعم البدعة هذه یا نعمت البدعة هذه پر گفتگو ہوگی۔

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ حق بولتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا

"بے شک اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے حق کو (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کی

[۱۳] بخاری جلد ۱ ص ۵۱، مسلم جلد ۲ ص ۲۷۴، دارمی جلد ۲ ص ۱۲۶۔



زبان پر وضع کر دیا ہے، وہ ہمیشہ حق ہی بولتے ہیں"۔[۱۴]

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق جاری ہوا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بے شک اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان اور دل پر حق جاری فرمایا"۔[۱۵]

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات سے دل کو سکون:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے، فرماتے تھے

"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو اس بات میں کچھ شک نہیں کہ ہم سب کو (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کے ارشاد پر دلی سکون میسر آتا ہے"۔[۱۶]

## حق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوتا ہے:

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے بعد حق (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ رہے گا خواہ وہ کہیں ہوں"۔[۱۷]

## اگر کوئی نبی ہوتا؟

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم

[۱۴] ابن ماجہ ص ۱، مسند احمد جلد ۷ ص ۱۶۵، شرح السنۃ جلد ۲ ص ۱۹۳، مشکوٰۃ ص ۵۵۷، تاریخ الخلفاء ص ۹۲۔ [۱۵] مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ ص ۲۴، تاریخ الخلفاء ص ۹۲، مسند احمد جلد ۲ ص ۴۰۱، ۵۳، مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۶۶، ترمذی جلد ۲ ص ۲۰۹، مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۹۳، حلیۃ الاولیاء جلد ۱ ص ۴۲، ابوداؤد ص ۱۹۱، مشکوٰۃ ص ۵۵۷۔ [۱۶] تاریخ الخلفاء ص ۹۳، مشکوٰۃ ص ۵۵۵، ص ۹۳، کنز العمال حدیث نمبر ۳۲۰۱۵، فتح الباری جلد ۷ ص ۱۱۶۔ [۱۷] تاریخ الخلفاء ص ۹۳۔

ﷺ نے فرمایا ''اگر میرے بعد (کوئی) نبی ہوتا تو (حضرت) عمر بن خطاب (ؓ) ہوتے''۔[۸۹]

(ان خوبیوں، عظمتوں اور علم نبوت کے وارث، وہ عظیم انسان، جن کی زبان سے حق بولتا ہے اور اُن کا کلام الہامی کلام ہے۔ یہ ہیں حضرت عمر ؓ)۔

غیر مقلدین کے ترجمان ہفت روزہ ''الاسلام'' نے ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۰ء کے شمارہ نمبر ۴۰ اور جلد ۱۷ کے صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے

''نماز تراویح کو بدعت کہنا درست نہیں کیونکہ یہ بدعت تب ہوتی جب اس کا نبی کریم ﷺ سے کوئی ثبوت ہی نہ ہوتا۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ دیگر کتب حدیث کے علاوہ خاص بخاری شریف میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تین دن باجماعت تراویح پڑھائیں لیکن چوتھے دن آپ ﷺ تراویح کی جماعت کے لئے تشریف نہ لائے جس کا سبب یہ بتایا

''اما بعد مجھے معلوم تھا تم یہاں جمع ہو لیکن میں ڈرا کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے اور تم سے (ادا) نہ ہو سکے''۔ (اس لئے میں باہر نہ آیا) پھر آپ ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے اور یہی کیفیت قائم رہی''۔

جب حضرت عمر ؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت ابی بن کعب ؓ کی امامت میں نماز تراویح باجماعت کا اہتمام کیا تو آپ نے فرمایا نعم البدعۃ هذه ''یہ بدعت تو اچھی ہے''۔ (بخاری جلد ۱ ص ۲۶۹)

صحیح بخاری کی اس حدیث شریف سے پتا چلتا ہے کہ علم نبوت کے وارث نماز تراویح کی جماعت کو ''اچھی بدعت'' فرما رہے ہیں تو سوائے روافض کے اسے صحابہ کرام ؓ اور پوری اُمت نے قبول کیا ہے۔

[۸۹] مشکوٰۃ ص ۵۵۸، ترمذی جلد ۲ ص ۲۰۹، مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۹۲، مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۶۹۔



اسی ہفت روزہ ''الاسلام'' میں لکھا ہے

''پھر جب نبی کریم ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے اور تراویح کی فرضیت کا خدشہ زائل ہو گیا تو فراست فاروق اعظم ؓ نے الگ تراویح پڑھنے کی بجائے اتفاق و اتحاد کی برکت کے پیش نظر نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق باجماعت اس کا اجراء فرمایا''۔

مذکورہ ہفت روزہ ''الاسلام'' نے حضرت عمر ؓ کے واضح ارشاد نعم البدعۃ هذه کی شکل تبدیل کرنے اور نعم البدعۃ یا بدعت حسنۃ یا ''اچھی بدعت'' کے نقشے کو بدلنے کے لئے من گھڑت تاویل کی ہے کہ

''اور اپنے ارشاد میں ''بدعت'' کا جو لفظ استعمال فرمایا ہے وہ بھی اپنے معروف معنوں میں نہیں ہے بلکہ یہ ''مشاکلہ'' ہے جو عربوں میں معروف تھا کہ ایسا لفظ استعمال کرنا جس سے اُس کا اصل معنی نہیں بلکہ دوسرا معنی مراد ہوتا ہے''۔

اگر کوئی ایسی بات تھی تو پھر حضرت فاروق اعظم ؓ کو اسے نعم البدعۃ کی بجائے مشاکلہ یا سنۃ حسنۃ کہنا چاہئے تھا جبکہ ''سنت حسنہ'' کا لفظ خود رسول کریم ﷺ کا عطا کردہ ہے۔

حضرت جریر ؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''جو اسلام میں سنت حسنہ (اچھا طریقہ) رائج کرے اُسے اپنے عمل اور اُن کے عملوں کا ثواب ہے جو اس پر کاربند ہوں اُن کا ثواب کم ہوئے بغیر اور جو اسلام میں (سنت سیئہ) برا طریقہ ایجاد کرے، اس پر اپنی بدعملی کا گناہ ہے اور اُن کی بدعملیوں کا جو اس کے بعد اس پر کاربند ہوں اس کے بغیر کہ اُن کے گناہوں سے کچھ کم ہو''۔[۹۰]

حضرت عمر ؓ نے ''سنت حسنہ'' کا لفظ ارشاد نہیں فرمایا بلکہ نعم

[۹۰] مشکوٰۃ ص ۳۳، مسند احمد جلد ۴ ص ۳۵۷، شرح السنہ جلد ۳ ص ۴۱۲، قرطبی جلد ۱ جز ۲ ص ۸۷، جلد ۳ جز ۶ ص ۱۹۱۔

البدعة (یعنی بدعت حسنہ یا اچھی بدعت) کا جملہ ارشاد فرمایا تاکہ کل بدعة ضلالة کی حقیقت واضح ہو جائے کہ کل بدعة ضلالة سے مراد "بدعت سیئہ" ہے یا "بدعت ضلالہ" ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے۔

## بدعت ضلالہ یا بدعت سیئہ:

حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"جو میری اُس سنت کو جو میرے (دنیا سے پردہ فرما جانے کے) بعد فنا کر دی گئی اُسے زندہ کرے گا اُسے اُن تمام لوگوں کے برابر ثواب ہوگا جو اس پر عمل کریں گے اور اُن عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جو کوئی بدعت ضلالہ (یا بدعت سیئہ) ایجاد کرے گا جس سے اللہ (تبارک وتعالیٰ) اور اس کے رسول (کریم ﷺ) راضی نہیں اس پر ان سب کے برابر گناہ ہوگا جو اس پر عامل ہوں گے۔ اُن کے گناہوں میں کمی نہ ہوگی"۔[۲۰]

## نبی کریم ﷺ نے کس چیز کو رد فرمایا ہے؟

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ "جو ہمارے دین میں وہ طریقہ ایجاد کرے جو اس دین سے نہیں وہ مردود ہے"۔[۲۱]

خیال رہے امر سے مراد دین اسلام ہے اور ما سے مراد عقائد ہیں یعنی

۲۰ شرح السنۃ جلد ۱ ص ۱۹۸، ابن ماجہ ص ۱۹، ترمذی جلد ۲ ص ۹۶، الترغیب والترہیب جلد ۱ ص ۹۱۔ ۸۰۔ ۲۱ بخاری جلد ۱ ص ۳۷۱، مسلم جلد ۲ ص ۷۷، ۱۰۲، دارقطنی جلد ۴ ص ۲۲۵، ۲۲۷، الترغیب والترہیب جلد ۱ ص ۴۳، مشکوٰۃ ص ۲۷، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۱۰ ص ۱۵۰، ۱۱۹، مرقاۃ جلد ۱ ص ۱۲۵۔



جو شخص اسلام میں خلاف اسلام عقیدے ایجاد کرے وہ شخص مردود اور وہ عقائد بھی مردود جیسے خوارج، روافض وغیرہ۔ لیس منہ سے مراد قرآن وحدیث کے مخالف یعنی جو کوئی دین میں ایسے عمل ایجاد کرے جو دین یعنی کتاب وسنت کے مخالف ہوں، جس سے سنت اُٹھ جاتی ہو۔ وہ ایجاد کرنے والا بھی مردود اور ایسے عمل بھی باطل جیسے جماعت جمعہ سے پہلے اذان کے بعد اردو میں خطبہ، فارسی زبان میں اذان اور نماز پڑھنا۔

غیر مقلدین نے اپنے من گھڑت نظریے کی پاسبانی کے لئے ایک اور لفظ اختراع کیا ہے جسے وہ "مصالح مرسلہ" کہتے ہیں اس کی توجیہہ یہ بیان کرتے ہیں

"کہ بعض لوگ "اعراب قرآن مجید" کو "بدعت" کہتے ہیں جبکہ یہ "مصالح مرسلہ" کے باب سے ہے کہ "دینی امور میں سے کسی حرج کو رفع کرنے اور کسی ضروری امر کی حفاظت کے لئے کوئی اقدام کرنا"۔ لہٰذا حفاظت تلفظ کے لئے اعراب ضروری تھا کیونکہ جس چیز کے بغیر کوئی واجب ادا نہ کیا جا سکے وہ بھی واجب ہوتی ہے ان "مصالح مرسلہ" کی کئی دیگر مثالیں بھی موجود ہیں۔ مثلاً جمع وتدوین قرآن جو کہ عہد صدیقی وعہد عثمانی میں عمل میں آئی وہ بدعت کی قبیل سے ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ حفاظت قرآن مسلمانوں پر واجب ہے اور یہ امور "کمالیات" و "تحسینیات" کے باب سے ہیں۔"

(ہفت روزہ "الاسلام" ترجمان غیر مقلدین شمارہ ۲۰ ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۰ء)

مقام غور ہے کہ اب اپنی بات درست ثابت کرنے کے لئے "کمالیات" اور "تحسینیات" کے الفاظ استعمال کیے جا رہے ہیں۔ کیا خوب ہوتا کہ ان تمام الفاظ یعنی "مشاکلہ"، "مصالح مرسلہ"، "کمالیات" اور "تحسینیات" کی بجائے "تطوع" کا نام دیا جاتا اور سارے معاملات سلجھے رہتے۔ اہلسنت وجماعت تو قرآن مجید وحدیث مبارکہ کی اصطلاحات کے مطابق "تطوع" یا "سنت حسنہ" یا "بدعت حسنہ" یا

"نعم البدعۃ" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ جو لوگ اپنی من گھڑت تاویلات کے تابع ہیں انھیں ان الفاظ اور اصطلاحات سے بار بار بے علمی کی بنیاد پر ناراضگی ہے۔

اسلامی عقائد و شعائر کے منکرین کے روکنے کے لئے اور اسلامی عقائد و شعائر اور اعمال کی حفاظت کے لئے اہل ایمان نے دین اسلام میں موجود حقیقتوں کی ببانگ دہل اشاعت و ترویج شروع کی تو غیر مقلدین نے اپنے من گھڑت عقائد سے متصادم دیکھ کر اسے بدعت و شرک کے عنوانات سے تعبیر کرنا شروع کر دیا۔ مثلاً مجالس عید میلاد النبی ﷺ معراج النبی ﷺ وغیرہ کو۔

## (ہفت روزہ "الاسلام" شمارہ ۱۲۰ اکتوبر ۱۹۹۹ء) میں لکھا ہے:

"یہ صحیح ہے کہ نبی کریم ﷺ کا وجود مسعود ایک نعمت عظمیٰ ہے اور یہ بھی درست ہے کہ شکر ان نعمت واجب ہے مگر یہ کہاں لکھا ہے کہ ذکر و شکر کے لئے جلوس نکالنا، جلسے کرنا"۔

کیا یہ بات عید میلاد النبی ﷺ کے جلسوں اور جلوسوں کے لئے ہی کہی جاتی ہے یا سیرت النبی ﷺ کے جلسوں اور جلوسوں کے لئے بھی۔

غیر مقلدین "سیرت النبی ﷺ" اور "جمعۃ المبارک" کے عنوان سے بازاروں اور گلیوں میں اشتہار بازی اور بینر بازی کے ذریعے تشہیر کرتے ہیں۔ جیسا کہ ۲۲ دسمبر ۱۹۹۹ء کو موچی دروازے میں غیر مقلدین کے ایک لیڈر (حافظ محمد سعید صاحب) نے جمعۃ المبارک کی نماز پڑھانے کے لئے لاکھوں روپے بینر لگانے اور اشتہار بازی پر برباد کئے۔ کیا رسول کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین نے کبھی ذاتی تشہیر اور نماز جمعۃ المبارک کے لئے اس طرح پیسہ خرچ کیا ہے؟ پھر جب کسی شخص کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے تو پھر اشتہار بازی کی جاتی ہے۔ نماز جنازہ سے پہلے اور بعد جلسہ کیا جاتا ہے۔ کیا اس کی نظیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور اور قرون ثلاثہ میں ملتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت شاہ



نجاشی یا حضرت معاویہ بن معاویہ رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ پڑھائی تو کیا کوئی اشتہار چھاپا گیا، بینر لگائے گئے، جلسے اور جلوس کا اہتمام کیا گیا جبکہ آپ ﷺ تو ان کی میتوں کو اپنے مقام پر کھڑے دیکھ رہے تھے کیا یہ لوگ بھی دیکھتے تھے؟

پھر کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت پر، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت پر، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت پر، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر، اور غزوات بدر واحد اور حنین کے شہداء کی شہادتوں پر یا دیگر شہدائے اسلام کی شہادتوں پر رسول کریم ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اشتہار بازی سے یا اشتہار بازی کے بغیر غائبانہ نماز جنازہ ادا کی ہے؟

بس اسی دوغلے طرز عمل نے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالا ہے کہ بعض لوگ جب خود ایسا کام کرتے ہیں جس کی نظیر موجود نہیں تو وہ اس کے باوجود شرک و بدعت نہیں ما۔گر جب وہی کام دوسرے لوگ کرتے ہیں تو وہ بدعت و شرک قرار پاتا ہے۔

مثلاً

سیرت النبی ﷺ کا جلسہ (توحید)۔

عید میلاد النبی ﷺ کا جلسہ (بدعت)۔

شہداء کشمیر کانفرنس (توحید)۔

شہداء کربلا کانفرنس (بدعت)۔

ختم بخاری کانفرنس (توحید)۔

ختم قرآن کانفرنس (بدعت)۔

☆☆☆

☆☆

☆

## کافر کے لیے ایصالِ ثواب نہیں

حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ عاص بن وائل (یہ کافر تھا اُس) نے (اپنے بیٹوں کو) وصیت کی کہ (اُس کے مرنے کے بعد) اُس کی طرف سے سو غلام آزاد کیے جائیں۔ چنانچہ اُس (کے ایک) بیٹے (حضرت) ہشام (رضی اللہ عنہ، جو قدیم الاسلام ہیں۔ مکہ مکرمہ میں ہی اسلام لے آئے تھے) نے اُس کی طرف سے پچاس غلام آزاد کر دیے۔ پھر اُس کے دوسرے بیٹے (حضرت) عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہ جو مشہور صحابی ہیں) نے ارادہ کیا کہ اُس کی طرف سے باقی پچاس غلام آزاد کر دوں تو انہوں نے کہا (پھر میرے دل میں خیال آیا) کہ میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھ کر ہی ایسا کروں گا۔ چنانچہ وہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) میرے باپ نے وصیت کی تھی (کہ اُس کے مرنے کے بعد) سو غلام آزاد کرنا۔ (حضرت) ہشام (رضی اللہ عنہ) نے اُس کی طرف سے پچاس غلام آزاد کر دیے ہیں اور پچاس باقی ہیں، تو کیا میں اُس کی طرف سے غلام آزاد کر دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَنَّهُ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا فَاَعْتَقْتُمْ عَنْهُ اَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ اَوْحَجَجْتُمْ عَنْهُ بَلَغَهُ ذٰلِكَ [1] "اگر وہ مسلمان ہوتا اور تم اُس کی طرف سے غلام آزاد کرتے، صدقہ دیتے یا اُس کی طرف سے حج کرتے تو اُسے ان اعمال کا ثواب پہنچتا۔" (اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ صدقہ کافر کے لیے مفید نہیں ہے۔ اور اُسے عذاب سے نجات نہیں دلائے گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان کو مالی اور بدنی عبادتوں کا ثواب پہنچتا ہے۔)

[1] (ابوداؤد جلد ۲ ص ۴۲ ۔ مشکوٰۃ ص ۲۲۳ عربی۔ السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۶ ص ۲۷۹ ۔ المغنی لابن قدامہ جلد ۳ ص ۵۷۱ مختصراً۔)



# خلاصۂ کلام

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسلمان کے لیے مرنے کے بعد ایصالِ ثواب کی جتنی بھی صورتیں ہیں وہ سب جائز ہیں۔ مسلمان کو دعا، استغفار، صدقات، خیرات، نفلی عبادات، قربانی، روزہ، حج، کپڑے، پھل، کھانا، تلاوتِ قرآن مجید اور دیگر اعمالِ صالحہ کا ثواب پہنچتا ہے۔ "ایصالِ ثواب" کی صورت "ختم شریف" کی پڑھائی سے ہو یا "تیجے" یا "دسویں دن" کے اہتمام سے یا "چالیسویں" کے نام سے، یہ تمام صورتیں اور معین ایام سب کا مقصد "ایصالِ ثواب" ہے۔ جب دل میں کجی نہ ہو شعور بالغ ہو تو بات سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کا صدقہ ہر کلمہ گو کو نورِ ایمان، عقلِ سلیم اور فہمِ دین نصیب فرمائے۔ آمین!

## منیر احمد یوسفی (ایم اے) چیف ایڈیٹر ماہنامہ "مسیحا ..." لاہور کی تالیف کردہ کتابیں

| | |
|---|---|
| یوسف ۔ محبت | ہدیہ 150 روپے |
| ایصال ثواب | ہدیہ 30 روپے |
| حدیث قسطنطنیہ | ہدیہ 25 روپے |
| [illegible] | ہدیہ 80 روپے |
| [illegible] کیا ہے؟ | ہدیہ 40 روپے |
| [illegible] | ہدیہ 75 روپے |
| مسجد اور امامت | ہدیہ 30 روپے |
| مسائل قربانی | ہدیہ 30 روپے |
| میلاد النبی ﷺ | ہدیہ 40 روپے |
| آخری چہار شنبہ | ہدیہ 30 روپے |
| نکاح شغار کیا ہے | ہدیہ 30 روپے |
| والدین اور اولاد کے حقوق | ہدیہ 75 روپے |
| ہمسایوں کے حقوق | ہدیہ 30 روپے |
| [illegible] | ہدیہ 30 روپے |
| مجھے اللہ سے پیار ہے | ہدیہ 40 روپے |
| تحفہ معراج شریف | ہدیہ 30 روپے |
| [illegible] | ہدیہ 30 روپے |
| [illegible] قرآن [illegible] | ہدیہ 30 روپے |
| رمضان المبارک کے فضائل و مسائل | ہدیہ 50 روپے |
| علامات قیامت | ہدیہ 30 روپے |

ملنے کا پتا: ... مسجد ... B77-A بلاک ڈی III ...



منیر احمد یوسفی
کی تالیفات
جامع مسجد نگینہ
042-5846677 0300-4274936